ڈرامہ

جھیل

اسکر وائیلڈ

متین کاظمی

جمیل

ڈرامہ

اچھی
کتاب
کا نکھار
ہمیشہ
قائم
رہتا ہے

جمیل

اسکر وائیلڈ کا ڈراما "دی امپارٹنس آف بی اِنگ ارنسٹ"

نگارش

تمکین کاظمی

ناشران

آئینۂ ادب چوک مینار انارکلی لاہور

باراوّل
۱۹۵۷ء
قیمت عا/
تعداد ۱۰۰۰

انشا پریس
لاہور
میں طبع ہوا

محبِ مکرم آلِ احمد سرورؔ

معتمد انجمن ترقی اُردو (ہند)

کے نام

اسکر وائیلڈ کا ڈراما "دی امپارٹنس آف بی انگ ارنسٹ" میخانۂ مغرب کی کشید ہے۔ جسے پیمانۂ مشرق میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اُردو میں وائیلڈ کی دو تین چیزیں آ چکی ہیں۔ ان میں یہ بھی ایک اضافہ ہے۔

یقین ہے کہ یہ دو آتشہ بادہ نوشانِ اردو کو اگر مست نہ کر سکے تو مخمور ضرور کر دے گی۔

سلطان شاہی، تمکین کاظمی!

حیدرآباد دکن (۲) مورخہ ۲۲-۱۱-۵۷

کردار

امجد }
متین } جمیل ــــ تعلیم یافتہ جوان

عبدالقدوس ــــــ پرانی وضع کے قاضی

رستم علی ــــــ خانساماں

جمن ــــــ بٹلر

بیگم شاہ ناز ــــــ متین کی خالہ اور نسیمہ کی والدہ

نسیمہ ــــــ متین کی بہن

پروین ــــــ امجد کے زیر ولایت دوشیزہ

سلیم خاتون ــــــ آتوں (اتالیقہ)

جمیل

پہلا ایکٹ

متین کا مکان نہایت ہی سلیقے سے سجا ہوا ہے۔ ایک کمرے سے پیانو کی آواز آرہی ہے۔ دوسرے کمرے میں رستم علی خانساماں میز پر سہ پہر کی چائے لگا رہا ہے۔ باجے کی آواز بند ہوتے ہی متین کمرے میں داخل ہوتا ہے۔

متین۔ رستم! میں کونسا راگ بجا رہا تھا تم نے سُنا؟

رستم۔ حضور میں نے دھیان نہیں دیا۔ اب مجھے راگ راگنیوں کا شوق بھی نہیں۔

متین۔ عجیب آدمی ہو تم! میں اصولِ فن کے لحاظ سے شاید اچھی طرح نہ بجا سکوں مگر بجانے میں اپنے جذبات کا اظہار پوری طرح کر لیتا ہوں۔

رستم۔ جی حضور!

متین۔ خالہ شاد نانہ کے لئے تم نے کھیرے کے سموسے بھی بناتے ہیں یا نہیں؟

رستم۔ جی حضور! (سموسوں کی قاب اس کے سامنے کر دیتا ہے)

متین۔ (سموسے دیکھ کر ان میں سے دو اٹھا لیتا اور کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) رستم! جمعرات کی رات نواب سکندر خاں کی دعوت میں شمپین کی آٹھ بوتلیں کیسے خرچ ہوئیں؟

رستم۔ حضور! آٹھ بوتل اور ایک پائنٹ۔

متین۔ یہ کیا بات ہے؟ ایک مجرد شخص کے نوکر شمپین کیوں پیتے ہیں؟

رستم۔ حضور! میں کیا عرض کروں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو شراب عمدہ ہوتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ کوئی نگرانی کرنے والا نہیں ہوتا، ورنہ شادی شدہ گھرانوں میں درجہ اوّل کی شراب بہت کم استعمال ہوتی ہے۔

متین۔ خدا کی پناہ! کیا شادی شدہ گھرانوں میں اچھے برے کی تمیز نہیں کی جاتی؟

رستم۔ کیوں نہیں! تمیز تو بہت ہوتی ہے مگر اُن کے ہاں خرچ پر بھی نظر رکھی جاتی ہے۔

متین۔ تو گویا شادی اچھی چیز نہیں؟

رستم۔ حضور! اب میں کیا عرض کروں۔ مجھے اس کا تجربہ بہت کم ہے۔ میں نے

صرف ایک ہی بار شادی کی ہے۔ اسے بھی مدت ہوئی۔

متین۔ مجھے تمہاری شادی کے قصے سے دلچسپی نہیں۔

رستم۔ حضور! مجھے بھی قصے سنانے کا شوق نہیں ہے۔

(رستم کمرے سے چلا جاتا ہے)

متین۔ (اپنے آپ) شادی کے متعلق رستم کے خیالات اچھے نہیں معلوم ہوتے اگر ادنیٰ لوگ ہمارے لئے کوئی مثال قائم نہ کریں تو ان کا وجود ہی بیکار ہے انہیں اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس ہی نہیں ہے۔

(رستم آتا ہے)

رستم۔ امجد صاحب تشریف لائے ہیں۔

(امجد کمرے میں داخل ہوتا اور رستم جاتا ہے)

متین۔ امجد! خیریت سے تو ہو۔ کہو کیسے آنا ہوا؟

امجد۔ اچھا ہوں۔ تفریحاً چلا آیا۔ اس کے سوا اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

متین۔ گذشتہ جمعرات سے تم کہاں رہے؟

امجد۔ اپنے مکان پر ہی رہنا پڑا۔

متین۔ بھئی! تم وہاں کیا کرتے رہے ہو؟

امجد۔ کوئی شریف آدمی شہر میں رہتا ہے تو اپنے آپ کو خوش کرتا ہے مگر جب

دیہات میں رہتا ہے تو دوسروں کو خوش کرنا پڑتا ہے اور یہ نہایت

ہی تکلیف دہ کام ہے۔

متین۔ وہ کون ہیں جنہیں تم خوش کرتے رہتے ہو؟

امجد۔ پڑوسی۔

متین۔ پریم نگر میں تمہیں اچھے پڑوسی مل گئے۔

امجد۔ چھوڑو بھی اس قصے کو۔

متین۔ بھئی! تم کتنے اچھے آدمی ہو۔ اپنے پڑوسیوں کو خوش کرتے رہتے ہو

کاش میرے پڑوسی بھی تم جیسے ہوتے۔

(میز کے قریب جا کر ایک سموسہ اٹھا لیتا ہے)

ہاں! یہ تو بتاؤ، پریم نگر تمہارا وطن ہے نا؟

امجد۔ پریم نگر؟ ہاں ہاں! مگر یہ رکابیاں کس لئے جمائی گئی ہیں؟ چائے پہ کون

آرہا ہے؟ یہ سموسے کیسے؟ ایک مجبور شخص کو اتنا فضول خرچ نہ ہونا چاہیئے

متین۔ خالہ شاہ ناز اور نسیمہ آرہی ہیں۔

امجد۔ کتنی خوشی کی بات ہے۔

متین - مگر مجھے ڈر ہے کہ خالہ جان تمہاری موجودگی کو ناپسند کریں گی۔

امجد - کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

متین - پیارے دوست! نسیمہ کے ساتھ تمہارا طرزِ عمل کچھ پسندیدہ نہیں ہے۔

امجد - نسیمہ سے مجھے محبت ہے اور میں تو آج محض اسی لئے آیا ہوں کہ اس پر ظاہر کر دوں۔

متین - (گنگناتے ہوئے)

اظہارِ عشق اس سے نہ کرنا تھا شیفتہ
یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا لیا

مگر تم تو ابھی کہہ رہے تھے کہ تفریحاً آیا ہوں۔

امجد - تم کس قدر بدذوق ہو!

متین - مجھے تو اظہارِ محبت میں کوئی خوش ذوقی نظر نہیں آتی۔ محبت کرنا خوش مذاقی ضرور ہے مگر باقاعدہ اظہار تو بس کاروبار ہے۔

امجد - تمہیں جیسے لوگوں کے لئے طلاق کا قاعدہ مقرر ہوا ہے۔

متین - اس مسئلہ پر بحث کرنا بدذوقی ہے۔ طلاق تو جنت میں بھی دی جا سکتی ہے

(امجد سموسہ اٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہے مگر متین اُسے روک دیتا ہے)

مہربانی فرما کر سموسوں کو ہاتھ نہ لگائیے۔ یہ خالہ جان کے لئے بنوائے گئے ہیں۔

امجد۔ عجیب بات ہے، تم تو مزے سے کھا رہے ہو اور مجھے منع کرتے ہو۔

متین۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ یہ معاملہ خالہ بھانجے کا ہے (سموسوں کی قاب اٹھا لیتا ہے) آپ روٹی اور مکھن ملاحظہ فرمائیں کیونکہ یہ نسیمہ کو بہت پسند ہے۔

امجد۔ بڑا نفیس مکھن اور بڑی عمدہ روٹی ہے۔

متین۔ مگر تم کہیں پورا صاف ہی نہ کر جاؤ۔ تم اس طرح کھا رہے ہو جیسے تمہاری شادی نسیمہ سے ہو رہی ہے حالانکہ یہ ناممکن ہے۔

امجد۔ کیوں؟ ناممکن کیوں ہے؟

متین۔ اس واسطے کہ لڑکیاں ان لوگوں سے شادی ہرگز نہیں کرتیں جن کے ساتھ ناز و ادا کرتی رہتی ہیں۔

امجد۔ یہ بیہودہ خیالی ہے۔

متین۔ نہیں۔ بالکل واقعہ ہے۔ اسی لئے تو مجردوں کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اور پھر یہ شادی مجھے بھی ناپسند ہے۔

امجد۔ تمہاری پسند سے کیا تعلق؟

متین۔ دوست تم بھول رہے ہو۔ نسیمہ میری بہن ہے۔ اور میں اس کی شادی سے پہلے پروین والا مسئلہ حل کرنا چاہتا ہوں۔ (گھنٹی بجاتا ہے)

امجد۔ پروین؟ اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ پیارے دوست! پروین کون ہے میں نہیں جانتا۔

(رستم آتا ہے)

متین۔ رستم! امجد صاحب کا وہ سگریٹ کیس لادو جو وہ گذشتہ جمعرات کو چھوڑ گئے تھے۔

رستم۔ جی حضور! (رستم جاتا ہے)

امجد۔ بھئی واہ! سگریٹ کیس تمہارے پاس ہے۔ میں تو اس کے لئے اشتہار چھپوانے والا تھا۔

متین۔ کاش! تم انعام کا اعلان کر دیتے۔

امجد۔ اب جب کہ کیس مل گیا ہے اس کی ضرورت نہیں رہی۔

(رستم کیس لاکر متین کو دیتا ہے)

متین۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری حرکتیں نازیبا ہیں (کیس کھول کر دیکھتا ہے)

اور پھر یہ کیس بھی تو تمہارا نہیں۔

امجد۔ یقیناً میرا ہے۔ تم نے سینکڑوں بار میرے پاس دیکھا ہے۔ اندر کی عبارت پڑھنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ کسی کے ذاتی سگریٹ کیس کی عبارت پڑھنا بڑی غیر شریفانہ حرکت ہے۔

متین۔ ایسا سخت اصول بتا دینا مضحکہ خیز بات ہے۔ دنیا ترقی کر رہی ہے اور ہر چیز پڑھی جاتی ہے۔

امجد۔ دنیا کی ترقی سگریٹ کیس پر منحصر نہیں ہے۔ مجھے کیس دے دو۔

متین۔ سگریٹ کیس تمہارا ہرگز نہیں ہے۔ یہ کسی پروین نامی عورت نے تحفۃً دیا ہے اور تم ہو کہ کسی پروین ہی سے واقف نہیں ہو۔

امجد۔ اگر تم پروین کے متعلق کچھ جاننا ہی چاہتے ہو تو سنو! پروین میری خالہ ہے۔

متین۔ تمہاری خالہ؟

امجد۔ ہاں! وہ ایک نیک ہمدرد بوڑھی عورت ہے جو پریم نگر میں رہتی ہے۔ لاؤ اب تو کیس دے دو۔

متین۔ اگر یہ تمہاری خالہ ہے اور پریم نگر میں رہتی ہے تو اپنے آپ کو چھوٹی

پروین کیوں لکھتی ہے؟ (عبارت پڑھتا ہے) "چھوٹی پروین کی طرف سے دلی محبت کے ساتھ۔"

امجد۔ (متین کی طرف بڑھتے ہوئے) عزیز دوست! اس میں حیرت کی کونسی بات ہے۔ بعض خالائیں لمبی ہوتی ہیں بعض چھوٹی۔ سب تمہاری خالہ کی طرح موٹی تھوڑی ہی ہوتی ہیں۔ یہ خالاؤں کا ذاتی معاملہ ہے۔

متین۔ (کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگتا ہے) خیر! یہ ہو سکتا ہے۔ مگر تمہاری خالہ تمہیں چچا کیوں پکارتی ہے اور "چھوٹی پروین کی طرف سے دلی محبت کے ساتھ پیارے چچا امجد کو" کیوں لکھتی ہے؟ خالہ کے قد وقامت پر تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر بھانجے کو چچا پکارنا کیسا؟ علاوہ ازیں تمہارا نام جمیل ہے، امجد نہیں۔

امجد۔ نہیں! امجد ہے۔

متین۔ تم نے مجھ سے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ تمہارا نام جمیل ہے۔ میں نے اپنے دوستوں سے تمہارا تعارف اسی نام سے کرایا ہے۔ تمہارے ملاقاتی کارڈ پر بھی جمیل ہی چھپا ہوا ہے (جیب میں سے کارڈ نکال کر) اگر

تم نے مجھے یا نسیمہ کو جھٹلانے کی کوشش کی تو یہ کارڈ ثبوت میں پیش ہوگا۔ (کارڈ جیب میں رکھ لیتا ہے)

امجد۔ میرا نام شہر میں جمیل اور دیہات میں امجد ہے اور یہ کیس مجھے دیہات میں تحفتہً ملا ہے۔

متین۔ مگر اس بیان سے یہ بات صاف نہیں ہوتی کہ تمہاری چھوٹی خالہ تمہیں چچا کیوں پکارتی ہے؟ اب اڑنے کی کوشش نہ کرو۔ صحیح صحیح بتا دو۔

امجد۔ تم تو دندان سازوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔ اتنی کاروباری باتیں بھی اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ شریفوں کی طرح ہر بات مان لینی چاہیے حجت بُری بات ہے۔

متین۔ مگر دندان ساز ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ تم "بن بیرسٹ" ہو۔ یوں تو مجھے پہلے ہی سے شبہ تھا مگر اب یقین ہو گیا۔

امجد۔ اس سے تمہارا مطلب؟

متین۔ اس کا مطلب اس وقت بیان کروں گا جب تم یہ بتلا دو کہ تم

شہر میں جمیل اور دیہات میں امجد کیوں بنتے ہو؟

امجد۔ اچھا بتا دیتا ہوں مگر پہلے میرا کیس دے دو۔

متین۔ (کیس دیتا ہے) اب بتاؤ! مگر مہربانی کر کے اڑنے کی کوشش نہ کرنا

(متین کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

امجد۔ پیارے دوست! واقعہ یہ ہے کہ نواب شجاعت علی خاں نے مجھے گود لیا تھا۔ ان کے ایک جوان بیٹے نے ایک شیر خوار بچی چھوڑ کر انتقال کیا تھا جس کی پرورش وہ خود کرتے تھے۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو انہوں نے مجھے اس لڑکی کا ولی مقرر کر دیا۔ اسی لئے پروین مجھے چچا پکارتی ہے جو گاؤں میں اپنی اتالیقہ کے ساتھ رہتی ہے۔

متین۔ گاؤں کا نام کیا ہے؟

امجد۔ اس سے تمہیں کیا سروکار؟ میں صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ وہ گاؤں پریم نگر نہیں ہے۔

متین۔ دوست! مجھے معلوم ہے کہ پریم نگر فرضی نام ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ تم گاؤں میں امجد اور شہر میں جمیل کیوں بنتے ہو؟

امجد۔ تم اس بات کی اہمیت ہی محسوس نہیں کر سکتے۔ جب کوئی ولی مقرر

کیا جاتا ہے تو اُسے معمولی باتوں میں بھی بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے
بار بار شہر آنے کے لئے میں نے یہ بہانا تراشا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی
جمیل شہر میں رہتا ہے۔ اور خوفناک مصائب میں مبتلا ہے جس کی خاطر
میں شہر آیا کرتا ہوں۔

متین۔ یہ بات صحیح ہے۔ زندگی اجیرن ہو جائے اگر اس میں کوئی جگنو نگی
نہ ہو۔ اسی لئے جدید ادب ناممکن چیز بنتا جا رہا ہے۔

امجد۔ نہیں! ایسا تو نہیں ہے۔

متین۔ دوست ادبی بحث تمہیں زیب نہیں دیتی۔ اس کی کوشش نہ کرو۔ یہ
کام ان لوگوں کے لئے چھوڑ دو جنہوں نے کبھی یونیورسٹی کی صورت نہیں
دیکھی۔ روزنامے اس حق کو ادا کر رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ تم ایک
"بن بیر سٹ" ہو۔ اور تمام بن بیرسٹوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہو۔

امجد۔ اس سے تمہارا مطلب؟

متین۔ مطلب یہ ہے کہ تم نے ایک بہت کارآمد چھوٹا بھائی ایجاد کیا ہے
تاکہ جب چاہو شہر آسکو۔ اسی طرح میں نے ایک دائم المرض دوست
"بندرابن" کی ایجاد کی ہے تاکہ جب چاہوں شہر سے باہر جاسکوں۔ اگر

آج بندرا بن کی غیر معمولی بیماری اور نازک حالت کا بہانہ نہ کروں، تو رات کا کھانا تمہارے ساتھ تاج میں نہیں کھا سکوں گا کیونکہ خالہ شاہ تاج نے آج کھانے پر بلایا ہے۔

امجد۔ مگر میں تو تمہیں رات کے کھانے پر نہیں بلا رہا ہوں۔

متین۔ تم دعوت دینے کے معاملے میں بڑے کاہل ہو۔ یہ تمہاری بے وقوفی ہے۔ لوگوں کو سب سے زیادہ اس بات کی تکلیف ہوتی ہے کہ انہیں دعوت نہ دی جائے۔

امجد۔ بہتر یہی ہے کہ تم اپنی خالہ کے ساتھ کھانا کھاؤ۔

متین۔ میرا ارادہ قطعاً نہیں ہے۔ پیر کے دن میں ان لوگوں کے ساتھ کھانا کھا چکا ہوں۔ عزیزوں کے ساتھ ہفتے میں ایک بار کھانا کھا لینا بہت کافی ہے۔ میں وہاں کھانا کھاتا ہوں تو میرے ساتھ بہت بُرا سلوک ہوتا ہے یا تو میرے ساتھ کوئی عورت ہی نہیں ہوتی یا پھر ہوتی ہیں تو دو دو۔ میں تمہیں بن بیرنگ کے قواعد سکھانا چاہتا ہوں۔

امجد۔ نہیں! مجھے بن بیرنگ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر نسیم مجھے قبول کرلے تو میں آج ہی اپنے چھوٹے بھائی کی زندگی کا خاتمہ کر دوں البتہ

پروین اس سے دلچسپی لے رہی ہے۔

متین۔ اگر کبھی تمہاری شادی ہو جائے جو بالکل ناممکن ہے تو تم کو بن بیرنگ کی قدر معلوم ہو گی۔ جو شخص بھی بن بیرنگ سے واقفیت حاصل کئے بغیر شادی کر لیتا ہے، نقصان اٹھاتا ہے۔

امجد۔ اگر میری شادی نسیمہ سے ہو جائے تو مجھے بن بیرنگ کی قطعاً ضرورت نہیں پڑے گی۔

متین۔ تو پھر تمہاری بیوی کو ضرورت پڑے گی تمہیں معلوم ہی نہیں کہ شادی شدہ زندگی میں کیا کیا ہوتا ہے۔ کمپنی بین کی ہوتی ہے ووکی نہیں ہوتی۔

امجد۔ یہی وہ نظریہ ہے جو ستر اسی سال سے مخرب اخلاق ناولوں اور ڈراموں کی اشاعت کا باعث ہوا ہے۔

متین۔ اور پھر پُرلطف زندگی اس کی تائید بھی کرتی رہی ہے۔

امجد۔ خدا کے واسطے دیوانے نہ بنو! دیوانہ بننا بہت آسان ہے۔

متین۔ آج کل کوئی بات بھی آسان نہیں ہے۔ ہر بات کے لئے جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ (گھنٹی بجتی ہے)

متین۔ آہ! خالہ جان آگئیں! اسں طرح صرف رشتہ دار گھنٹی بجاتے ہیں یا
قرض خواہ۔
اچھا دوست! یہ تو کہو اگر میں دس منٹ کے لئے خالہ جان کو مصروف
کروں اور تمہیں نسیمہ سے بات چیت کا موقع مل جائے تو آج رات
کا کھانا تاج میں کھلاؤ گے نا؟

امجد۔ ہاں اگر تم چاہو تو۔

متین۔ میں اُن لوگوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا جو کھانے پینے میں سنجیدگی
سے کام نہیں لیتے۔

(رستم آتا ہے)

رستم۔ بیگم شاہ ناز اور نسیمہ صاحبزادی۔

(متین کھڑا ہو جاتا ہے بیگم شاہ ناز نسیمہ کو ساتھ لئے کمرے
میں داخل ہوتی ہے)

متین۔ آداب بجالاتا ہوں، خالہ جان!

بیگم۔ جیو بیٹا! اچھے تو ہو؟

متین۔ اللہ کا فضل ہے خالہ جان!

امجد۔ آداب عرض کرتا ہوں، خالہ جان!

بیگم۔ (سرد مہری سے) جیو!

نسیمہ آداب بھائی جان!

متین۔ جیتی رہو۔

نسیمہ آداب عرض ہے جمیل صاحب!

امجد۔ تسلیم!

متین۔ نسیم! تم آج تو بہت صحت مند نظر آ رہی ہو۔

نسیمہ جی ہاں! آج کل میری صحت بڑی اچھی ہے۔

(امجد اور نسیمہ ایک صوفے پر بیٹھ جاتے ہیں)

بیگم۔ مجھے افسوس ہے متین میاں! مجھے آنے میں دیر ہو گئی۔ کیا کروں بیگم ارسطو جاہ سے ملنا ضروری تھا۔ اس کے شوہر کے انتقال کے بعد سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی۔ ایسی عورت مجھے آج تک نظر نہیں آئی۔ وہ اپنی عمر سے بیس سال کم نظر آتی ہیں۔

متین۔ حیرت ہے خالہ جان!

(چائے کی میز کی طرف جاتا ہے)

(سموسوں کی قاب جسے خود اس نے خالی کر دیا تھا دیکھ کر) ابے رستم!
تم نے خالہ جان کے لئے کھیرے کے سموسے نہیں بنائے؟

رستم۔ حضور! آج بازار میں کھیرے ہی نہیں ملے میں نے دو چکر بازار کے
کئے ہیں۔

متین۔ بازار میں کھیرے تھے ہی نہیں؟

رستم۔ نہیں حضور!

متین۔ خالہ جان! مجھے افسوس ہے کہ آپ کے لئے سموسے تیار نہ ہو سکے۔

بیگم۔ کوئی بات نہیں ہے! میں نے بیگم شفیع کے پاس کچھ طوطک کھا لئے
تھے۔

متین۔ خالہ جان! مشہور ہے کہ بیگم شفیع کے سر کے بال ایک دم سارے
پک گئے ہیں۔

بیگم۔ ہاں! اس کے بال ایک دم سفید ہو گئے ہیں مگر اس کی وجہ مجھے معلوم
نہیں۔ (متین چائے بنا کر پیالی بڑھاتا ہے)

شکریہ متین! میں نے تمہارے لئے آج دعوت کا انتظام کیا ہے تمہیں
شہزادو کے ساتھ مدعو کر رہی ہوں۔ وہ ایسی شریف اور اتنی اطاعت

گذار عورت ہے کہ اسے دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے۔

متین۔ خالہ جان! مجھے ڈر ہے کہ میں آج رات دعوت میں شریک نہ ہو سکوں گا۔

بیگم۔ (غصے سے) متین! مجھے تم سے یہ امید نہ تھی۔ تم تو سارا مزا کرکرا کر دو گے۔ تمہارے خالو تو میز پر آئیں گے نہیں۔ وہ اوپر ہی کھانا کھائیں گے۔

متین۔ مجھے سخت افسوس ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ میرا دوست بندرابن سخت بیمار ہے۔ اس نے مجھے بلایا ہے۔

(امجد کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتا ہے)

اور وہ چاہتا ہے کہ میں فوراً اس کے پاس پہنچ جاؤں۔

بیگم۔ تمہارے دوست بندرابن کی صحت ہمیشہ خراب رہتی ہے۔ یہ بہت ہی بری بات ہے۔

متین۔ جی ہاں! بندرابن خوفناک مریض بن گیا ہے۔

بیگم۔ متین! تمہارے دوست بندرابن زندہ رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ خوفناک حالت کب تک رہے گی۔ ان سے میری طرف سے کہو کہ آئندہ ہفتے

کے روز پھر سخت بیمار نہ ہو جائیں کیونکہ اس روز میرے ہاں جلسہ
ہوگا اور تمہیں کو اس کا انتظام کرنا ہے۔

متین۔ خالہ جان! بندہ ابن اپنے ہوش میں ہوں تو میں ضرور آپ کا پیام پہنچا
دوں گا۔ انشاء اللہ وہ ہفتے کے روز اچھے ہی رہیں گے۔ جلسے کا انتظام
مشکل ہے مگر خیر میں کر لوں گا۔ ایک پروگرام میں نے بنا لیا ہے برابر
کے کمرے میں چل کر دیکھ لیجئے۔

بیگم۔ متین! تم بڑے دور اندیش ہو۔

(اٹھ کر متین کے ساتھ دوسرے کمرے کی طرف جاتی ہے)

نسیمہ تم میرے ساتھ چلوگی نا؟

نسیمہ۔ ضرور امی جان! (کرسی سے اٹھتی ہے مگر بیگم اور متین کے جانے کے
بعد پھر بیٹھ جاتی ہے)

امجد۔ کتنا خوش نما دن ہے! کیا ہی حسین منظر ہے!!

نسیمہ۔ جمیل صاحب! مہربانی فرما کر موسم کا تذکرہ نہ کیجئے۔ کوئی موسم کی بات
کرنے لگتا ہے، تو اس کے اور معنی لئے جاتے ہیں۔ میں اسے بالکل
پسند نہیں کرتی۔

امجد۔ میں انہیں معنوں میں موسم کا ذکر کر رہا ہوں۔

نسیمہ۔ میں پہلے ہی سمجھ چکی تھی۔

امجد۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تنہائی سے فائدہ اٹھاؤں۔ اس لئے اب مجھے اجازت دو کہ............

نسیمہ۔ تمہیں اجازت ہے مگر ممّا کی یہ عادت ہے کہ وہ اچانک کمرے میں آ جاتی ہیں ——— میں نے کئی بار انہیں سمجھایا ہے مگر وہ نہیں مانتیں۔

———————!

امجد۔ (پریشانی کے ساتھ) جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے اور میری آنکھوں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ میں.....

نسیمہ۔ ہاں، ہاں! کہتے چلو! میری خواہش ہے کہ تم اچھے مقرر بن سکو اور مدلّل تقریر کرنے لگو ——— میں جانتی ہوں کہ تم مجھے دیکھ کر ہوش حواس کھو بیٹھتے ہو۔ تم سے ملاقات ہونے سے پہلے ہی میں تم کو پسند کرتی ہوں (امجد حیرت سے منہ تکنے لگتا ہے) میں ایسے شخص سے محبت کرنا چاہتی تھی جس کا نام جمیل ہو۔ دراصل مجھے اس نام ہی سے محبت ہے جس دن بھائی جان نے اپنے ایک دوست جمیل کا ذکر کیا تھا اسی روز سے میں

اُسے پسند کرنے لگی تھی۔

امجد۔ کیا تم کو واقعی مجھ سے محبت ہے؟

نسیمہ۔ یقیناً!

امجد۔ پیاری! تم نے مجھے بے پایاں محبت بخشی ہے۔

نسیمہ۔ پیارے جمیل!

امجد۔ مگر کہیں تمہارا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اگر میرا نام جمیل نہ ہوتا تو تم مجھ سے محبت نہ کرتیں۔

نسیمہ۔ مگر تمہارا نام تو جمیل ہے۔

امجد۔ لیکن اگر یہ نام نہ ہوتا تو کیا تم محبت نہ کرتیں؟

نسیمہ۔ یہ نہایت موزوں نام ہے۔ اس میں ایک موسیقی ہے، ایک راگ ہے، ایک ترنم ہے، ایک دلکشی ہے، ایک بہاؤ ہے۔

امجد۔ مگر بعض نام اس سے اچھے ہیں مثلاً امجد!

نسیمہ۔ نہیں نہیں! اس نام میں مطلق موسیقی نہیں۔ اس میں کوئی کشش ہی نہیں ہے۔ امجد نام ہی سادہ لوحی ظاہر کرتا ہے۔ میری ہمدردی ہمیشہ اُس عورت کے ساتھ رہے گی جس کے شوہر کا نام امجد ہو۔ بس مجھے

تو جمیل پسند ہے۔ کتنا رومانی اور آرٹسٹک نام ہے۔

امجد۔ تو پھر مجھے نام رکھائی کی رسم ادا کرنی پڑے گی۔

نسیمہ۔ کیوں؟

امجد۔ تمہیں معلوم ہے کہ مجھے تم سے بے پناہ محبت ہے اور تم نے کہا ہے کہ تم اس محبت کی قدر کرتی ہو۔

نسیمہ۔ مگر تم نے اب تک باقاعدہ "اظہار محبت" نہیں کیا ہے۔

امجد۔ نسیمہ!

نسیمہ۔ جمیل! کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

امجد۔ میں جو کہنا چاہتا ہوں تم جانتی ہو۔

نسیمہ۔ مگر تم نے وہ بات کہی ہی نہیں۔

امجد۔ نسیمہ! تم مجھ سے شادی کروگی (امجد ادب سے گھٹنے کے بل جھک جاتا ہے)

نسیمہ۔ یقیناً! مگر میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں اظہار محبت کا تجربہ بالکل نہیں ہے۔

امجد۔ دنیا میں سوا تمہارے میں نے کسی سے محبت نہیں کی اور نہ آج تک اظہار محبت کرنا پڑا۔

نسیمہ۔ مگر اکثر لوگ اس کی مشق کرتے ہیں۔ میرا بھائی شاہد ایسا ہی کرتا ہے

میری سہیلیوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ جمیل! تمہاری آنکھیں کتنی محبت بھری ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے ہمیشہ اسی نظر سے دیکھا کروگے جس نظر سے اب دیکھ رہے ہو۔

(بیگم شاہ نازہ اچانک کمرے میں داخل ہوتی ہے)

بیگم۔ جمیل صاحب! یہ نہایت بدتہذیبی ہے۔

(امجد کھڑا ہونا چاہتا ہے مگر نسیمہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر روک دیتی ہے۔)

نسیمہ۔ مما! میں تھوڑی دیر کے لئے تنہائی کی درخواست کرتی ہوں۔ اس طرح آپ کا آجانا مناسب نہ تھا جمیل نے ابھی پوری طرح ختم نہیں کیا ہے۔

بیگم۔ کیا ختم نہیں کیا ہے؟

نسیمہ۔ مما! میں انہیں قبول کر چکی ہوں۔

(نسیمہ امجد کے کندھے پر سے ہاتھ اٹھا لیتی ہے اور امجد کھڑا ہو جاتا ہے)

بیگم۔ نسیمہ! اب تک تمہاری نسبت کسی سے نہیں ہوئی ہے۔ نسبت کی

خبر لڑکی کو اچانک سنانا بہتر ہوتا ہے۔ اس قسم کی باتیں لڑکیاں نہیں کرتیں۔ میں جمیل سے بات چیت کرتی ہوں تم موٹر پہ میرا انتظار کرو!

نسیمہ۔ (ملامت کے لہجے میں) ممّا!

بیگم۔ (کڑک کر) نسیمہ! موٹر میں جا بیٹھو۔

(بیگم آگے آگے چلنے لگتی ہے اور نسیمہ اور امجد دونوں پیچھے پیچھے جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو چوم لیتے ہیں۔ بیگم بیچ میں کھڑی رہ جاتی اور نسیمہ کو اشارے سے موٹر میں جانے کی ہدایت کرتی ہے)

نسیمہ۔ اچھا ممّا! (امجد کی طرف دیکھتے ہوئے موٹر میں سوار ہو جاتی ہے)

بیگم۔ جمیل صاحب! ادھر آئیے۔

(امجد کو بلا کر ڈرائینگ روم میں آتی اور صوفے پہ بیٹھ جاتی ہے)

جمیل صاحب! بیٹھ جائیے!

امجد۔ شکریہ خالہ جان! میں کھڑا رہنا چاہتا ہوں۔ فرمائیے کیا حکم ہے؟

بیگم۔ (زہرا کو کی خوشنما تھیلی جو بغل میں دبی ہوئی تھی کھول کر نوٹ بک اور پنسل نکالتی ہے) جمیل! میں تم کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ "خواستگاروں کی

فہرست" میں تمہارا نام نہیں ہے۔ میرے پاس بھی لیڈی گیوان جاہ کی
طرح فہرست ہے۔ ہم دونوں مل کر فہرست بناتے ہیں۔ بہرحال تمہارا
نام لکھ لینے کے لئے میں تیار ہوں بشرطیکہ تمہارے جوابات ایک شفیق
ماں کو اطمینان دلا سکیں۔ کیا تمہیں سگریٹ پینے کی عادت ہے؟

امجد۔ جی ہاں! مجھے سگریٹ پینے کی عادت ہے۔

بیگم۔ اچھی بات ہے۔ ایک نوجوان کے لئے کوئی نہ کوئی مشغلہ ضروری ہے
اچھا! تمہاری عمر کیا ہے؟

امجد۔ انتیس سال!

بیگم۔ شادی کے لئے موزوں عمر ہے۔ میرا خیال ہے کہ شادی کرنے والے
کو ہر چیز جاننا چاہئے۔ یا کچھ نہ جاننا چاہئے۔ کہو تم کیا جانتے ہو؟

امجد۔ جی میں کچھ بھی نہیں جانتا۔

بیگم۔ لاعلمی بڑی اچھی بات ہے۔ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔ جدید تعلیم کا نظریہ
غیر اصولی ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ تم پر اس کا اثر نہیں پڑا۔ اعلےٰ
طبقے کے لئے تعلیم کی چنداں ضرورت نہیں۔ تمہاری آمدنی کیا ہے؟

بیگم۔ سالانہ سات آٹھ ہزار روپیہ کے درمیان۔

بیگم۔ (نوٹ کرتے ہوئے) زمینات کی آمدنی ہے یا بنک کا منافع؟

امجد۔ زیادہ تر بنک کا منافع!

بیگم۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ زمینات کچھ زیادہ فائدہ مند نہیں ہوتیں بس آدمی صاحبِ جائیداد ہو جاتا ہے۔

امجد۔ میرا ایک مکان بھی دیہات میں ہے جس کے ساتھ پندرہ ایکڑ زمین بھی ہے۔ لیکن میری آمدنی کا دارومدار اس پر نہیں ہے۔ جانور چرانے والے اس زمین سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بیگم۔ دیہاتی مکان! خوب، اچھی بات ہے۔ مگر ایک مکان شہر میں بھی تو ہونا چاہیئے۔ نسیمہ دیہات ہی میں تھوڑی رہے گی؟

امجد۔ ایک مکان شہر میں حیدر پورہ میں ہے جس میں بیگم شہر یار کرایہ سے رہتی ہیں۔ چھ مہینے کا نوٹس دے کر اُسے خالی کرایا جا سکتا ہے۔

بیگم۔ بیگم شہر یار؟ میں اُسے نہیں جانتی۔

امجد۔ وہ بہت ہی کم باہر نکلتی ہیں۔ ایک عمر رسیدہ خاتون ہیں۔

بیگم۔ یہ بات تو اس کے مرتبہ کو نہیں بڑھاتی۔ خیر حیدر پورہ میں مکان ہے اس کا نمبر کیا ہے؟

امجد۔ ۱۹۴۴

بیگم۔ غیر فیشن ایبل حصہ ہے۔ کاش! اس مکان میں تبدیلی کی جا سکتی۔

امجد۔ آپ کا مطلب فیشن ہے یا وضع قطع ہے؟

بیگم۔ دونوں باتیں ہی پیش نظر ہیں۔ خیر! یہ تو کہو تمہارے سیاسی مشاغل کیا ہیں؟

امجد۔ میرے سیاسی مشاغل کچھ بھی نہیں، البتہ میں آزادی پسند جماعت سے ہمدردی رکھتا ہوں۔

بیگم۔ یہ طبقہ بہت قدامت پسند ہے۔ خیر! یہ تو بتاؤ تمہارے والدین زندہ ہیں؟

امجد۔ میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔

بیگم۔ دونوں؟ معلوم ہوتا ہے، بڑی بے پروائی برتی گئی۔ تمہارے باپ کون تھے؟ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی متمول آدمی تھے۔ تجارت پیشہ تھے یا رئیس؟

امجد۔ درحقیقت میں خود نہیں جانتا کہ کیا تھے۔ کیونکہ میرے ماں باپ گم ہو گئے ہیں یا یہ سمجھ لیجئے کہ ان لوگوں نے مجھے کھو دیا۔ میں خود نہیں جانتا

کہ میں کس خاندان سے ہوں۔ دراصل مجھے پا یا گیا۔

بیگم۔ ایں! تم پائے گئے؟

امجد۔ جی ہاں! خدا ترس نواب شجاعت علی خاں نے مجھے پڑا پایا اور میرا نام امجد رکھا۔ کیونکہ اس وقت ان کی جیب میں امجد نگر کا ٹکٹ تھا۔ امجد نگر ایک اسٹیشن ہے۔

بیگم۔ اس ہمدرد شخص نے جس کی جیب میں امجد نگر کا ٹکٹ تھا تمہیں کہاں پڑا پایا؟

امجد۔ ہانڈ بیگ میں!

بیگم۔ ہانڈ بیگ؟

امجد۔ جی ہاں! ایک ہانڈ بیگ میں۔ سیاہ چمڑے کی جس کا ہینڈل بھی ہے۔ پڑا ہوا پایا۔

بیگم۔ شجاعت علی یا شجاعت حسین نے کس مقام پر ہانڈ بیگ پایا؟

امجد۔ شہر کے بڑے اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں۔ غلطی سے اُن کی ہانڈ بیگ کسی نے اٹھالی تھی۔ اور یہ ہانڈ بیگ رکھ دی تھی۔

بیگم اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں!

امجد۔ جی ہاں! بڑی لائن کے اسٹیشن پر۔

بیگم۔ بڑی لائن ہو یا چھوٹی لائن، مگر میں حیران ہوں کہ امجد صاحب! آپ کے جواب نے مجھے چکرا دیا۔ ایک ہینڈل والے یا بغیر ہینڈل کے ہینڈ بیگ میں پیدا ہونا یا پرورش پانا میرے نزدیک تو معمولی خاندان سے ہونا ظاہر کرتا ہے اور مجھے کسی سیاہ کاری کا گمان بھی ہوتا ہے پردہ پوشی کے لئے ہینڈ بیگ کا سہارا لیا گیا۔ اعلےٰ طبقے میں تو ایسا نہیں ہو سکتا۔

امجد۔ اب آپ مجھے کیا مشورہ دیتی ہیں۔ یہ کہنا فضول ہے کہ میں نسیمہ کے راحت و آرام کے لئے زمین آسمان ایک کر دوں گا۔

بیگم۔ امجد صاحب! میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنے رشتہ دار پیدا کرو۔ چاہے وہ عورت ہو یا مرد۔

امجد۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کا انتظام کس طرح ہو سکے گا۔ البتہ میں وہ ہینڈ بیگ پیش کر سکتا ہوں۔ کیا یہ ثبوت آپ کے اطمینان کے لئے کافی نہیں ہے؟

بیگم۔ میرے لئے؟ مجھے اس کی کیا ضرورت ہے؟ تمہیں یہ امید نہ رکھنی

چاہئے کہ میں یا نواب لیاقت علی خاں خواب میں بھی اپنی اکلوتی نازوں کی پلی بیٹی کو ایک ہینڈ بیگ سے بیاہ دیں گے (غصے سے پاؤں ٹپکتی ہوئی کمرے سے چلی جاتی ہے)

امجد۔ (منہ لٹکائے ہوئے زیر لب گنگناتا۔۔۔ ہوا متین کے کمرے کی طرف جاتا ہے)

محبت اور اظہارِ محبت

یہی تو بات ہے دیوانہ پن کی

(متین پیانو پر ایک مسرت کا راگ بجاتا رہتا ہے)

متین! خدا کے واسطے اس خوفناک راگ کو بند کر دو۔ تم بڑے بے وقوف ہو۔

متین۔ (پیانو بند کر کے) کیوں؟ خیریت تو ہے؟ معاملہ تو تم نے حسن و خوبی کے ساتھ طے کر لیا۔ شاید تمہاری درخواست بھی نسیمہ نے منظور کر لی ہے۔ یوں وہ ہر بات پر انکار کرتی ہے مگر آج اس نے اپنی عادت کے خلاف تم سے رضامندی ظاہر کی ہے۔

امجد۔ مجھے نسیمہ سے کوئی شکایت نہیں ہے مگر تمہاری خالہ اس کو ناپسند کرتی

ہے۔ مجھے آج تک ایسی ڈائن سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ ایک چڑیل ہے جو خوشی اور مسرت کی دشمن ہے۔ متین! مجھے معاف کرنا، میں تمہاری خالہ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہوں۔

متین۔ میرے دوست! قرابت داروں پر گالیاں پڑتی ہوئی سننا تکلیف دہ ضرور ہے مگر مجھے اس کا کچھ زیادہ احساس نہیں ہوتا۔ رشتہ داروں کی جماعت ہی ایسی ہوتی ہے جو صرف تکلیف دینا جانتی ہے۔ یہ لوگ نہ تو صحیح طریقے سے جینا جانتے ہیں اور نہ مرتے ہیں۔

امجد۔ یہ تمہاری بے وقوفی ہے۔

متین۔ نہیں! میں ثابت کر سکتا ہوں کہ میں غلطی پر نہیں ہوں۔

امجد۔ تم چاہتے ہو کہ ہر بات پر بحث کی جائے۔ میں اس وقت موڈ میں نہیں ہوں۔

متین۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز پر بحث کی جا سکتی ہے اور ہر بات پر بحث کی جانی چاہیئے۔

امجد۔ خدا کی قسم! اگر میرا یہ خیال ہوتا تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتا۔

(تھوڑی دیر خاموش رہ کر)

دوست! پچاس سال کی عمر کو پہنچ کر نسیمہ بھی اپنی ماں کی طرح

ثابت ہوگی؟

متین۔ یقیناً بالکل ایسی ہی بن جائے گی۔ تمام عورتیں اپنی ماں پر جاتی

ہیں۔ یہ بڑی حیرت ناک بات ہے کہ کوئی مرد اپنی ماں پر نہیں جاتا

باپ پر جاتا ہے۔

امجد۔ غلط! بالکل غلط!! تم نے نہیں سُنا۔

"ماں پر پوُت پتا پر گھوڑا، بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔"

عورت اور مرد دونوں ماں پر جاتے ہیں۔

متین۔ مگر یہ بات فطرت، نفسیات اور مشاہدہ تینوں کے خلاف ہے۔ نفسیات

نے اس کو ثابت کر دیا ہے اور یہی بات معقول ہے۔

امجد۔ اس معقولیت پسندی نے تو میری جان ہی لے ڈالی ہے۔ جدھر

دیکھو معقولیت پسند لوگ نظر آتے ہیں۔ کاش! چند بے وقوف بھی دنیا

میں ہوتے۔

متین۔ ان کی تو دنیا میں اکثریت ہے۔

امجد۔ تو پھر وہ لوگ کہاں ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ مگر یہ لوگ کیا

گفتگو کرتے ہیں؟

منیر۔ بے وقوف لوگ معقولیت پسندوں پر نکتہ چینی کیا کرتے ہیں۔

امجد۔ پھر تو بے وقوف بڑے سمجھ دار ہیں۔

منیر۔ خیر! اس بحث کو پھر کسی وقت کے لئے اٹھا رکھو۔ مگر تم نے نسیمہ کو یہ تو بتا دیا ہوگا کہ تم شہر میں جمیل اور دیہات میں امجد ہو۔

امجد۔ (مربیانہ انداز میں) پیارے دوست! عورتوں سے اور خصوصاً حسین اور نازک لڑکیوں سے ایسی باتیں نہیں کی جاتیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ تمہارا سلوک عجیب و غریب ہے۔

منیر۔ عورت کے ساتھ بہترین سلوک یہی ہے کہ اُس سے محبت کی جائے بشرطیکہ وہ خوبصورت ہو۔

امجد۔ یہ ایک فضول سی بات ہے۔

منیر۔ جانے دو۔ مگر یہ تو بتاؤ تم نے اپنے چھوٹے بھائی جمیل کے متعلق کیا طے کیا ہے؟

امجد۔ اس ہفتے کے ختم ہونے سے پہلے میں اس سے چھٹکارا پا لوں گا میں یہ کہہ دینے والا ہوں کہ وہ سکتہ کی بیماری سے مر گیا۔ کیونکہ یک بیک

موت اسی طرح ہوتی ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

متین۔ سکتے کی بیماری خاندانی ہوتی ہے اور نسلاً بعد نسلاً جاری رہتی ہے

تم اسے سردی کی شدت سے مار ڈالو۔

امجد۔ تمہیں یقین ہے کہ سردی کی شدت سے مرنے کی بیماری خاندانی نہیں ہوتی؟

متین۔ ہاں! اچھی طرح معلوم ہے۔

امجد۔ تو پھر میرے عزیب بھائی نے مصطفےٰ آباد میں سردی کی شدت سے اچانک انتقال کیا۔ چلو یوں قصہ ختم ہوا۔

متین۔ لیکن تم نے کہا تھا کہ پروین بد نصیب جمیل سے دلچسپی لینے لگی ہے۔ اس وحشت ناک خبر سے اس کے دل پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا؟

امجد۔ پروین کوئی ناسمجھ لڑکی نہیں ہے۔ وہ الھڑ ہے اور سیر و تفریح کی شائق رہتی ہے مگر اس خبر کا اثر اس کے دل پر کچھ نہیں ہو سکتا۔

متین۔ میرا دل چاہتا ہے کہ پروین کو ایک نظر دیکھوں۔

امجد۔ میں کوشش کروں گا کہ تم اس سے کبھی مل سکو۔ وہ بڑی بھولی بھالی لڑکی ہے۔

متین۔ کیا تم نے نسیمہ سے کہا ہے کہ پروین حسین اور نوجوان لڑکی ہے، جو
تمہارے ساتھ رہتی ہے۔

امجد۔ ایسی ناسمجھی کی باتیں لڑکیوں سے نہیں کی جاتیں۔ مجھے یقین ہے کہ نسیمہ اور پروین جب بھی مل لیں گی آپس میں ایک دوسرے کی دوست بن جائیں گی۔ میں تم سے شرط لگا سکتا ہوں کہ یہ دونوں آدھے گھنٹے کی ملاقات میں ایک دوسرے کو بہن کہنے لگیں گی۔

متین۔ عورتیں ایسا اسی وقت کرتی ہیں جب وہ ایک دوسری کو ہزاروں ناموں سے یاد کر چکی ہوں۔ خیر اس قصہ کو جانے دو۔ مگر ہم کو تاج میں اچھا کھانا اسی وقت مل سکے گا جب کہ ہم آٹھ بجنے سے پہلے پہنچ جائیں۔ تم کو تو ابھی لباس تبدیل کرنا ہے۔ اب سات بجا چاہتے ہیں۔

امجد۔ (غصے سے) سات ہمیشہ ہی بجتے ہیں۔

متین۔ مگر مجھے تو بھوک بھی لگ رہی ہے۔

امجد۔ بھوک تو تم کو سدا لگتی رہتی ہے۔ بی لومڑی کو پیٹ کا دکھ!

متین۔ کھانے کے بعد کیا ارادہ ہے۔ تھیٹر چلیں گے یا پکچر؟

امجد۔ نہیں! مجھے دونوں سے نفرت ہے۔

متین۔ اچھا، تو پھر کلب چلیں گے۔

امجد۔ نہیں! مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔

متین۔ تو پھر گانا سننے چلیں گے۔

امجد۔ نہیں! میں کہیں بھی جانا نہیں چاہتا۔

متین۔ تو آخر کریں گے کیا؟

امجد۔ کچھ بھی نہیں!

متین۔ میرے اللہ! بے حد تکلیف دہ کام ہے۔ بیکاری تو میرے لئے سوہانِ روح ہے۔

(رستم آتا ہے)

رستم۔ نسیمہ صاحبزادی!

(نسیمہ کمرے میں داخل ہوتی ہے اور رستم جاتا ہے)

متین۔ نسیمہ! خیر تو ہے۔

نسیمہ۔ خیریت ہی ہے، بھائی جان! مہربانی کرکے آپ ذرا دوسرے کمرے میں چلے جائیے۔ میں جمیل سے ایک خاص بات کہنے آئی ہوں۔

متین۔ تمہیں نوجوانوں سے تنہائی میں نہ ملنا چاہیئے۔

(متین دوسرے کمرے میں جاتا ہے)

امجد۔ میری جان!

نسیمہ۔ جمیل! ہماری شادی نہیں ہو سکتی۔ ممّا کی صورت دیکھ کر ہی میں سمجھ چکی ہوں۔ مشکل یہ ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کے جذبات کا خیال نہیں رکھتے۔ پہلے زمانے میں مائیں اپنی اولاد سے جتنی محبت کرتی تھیں اب اتنی نہیں کی جاتی۔ ممّا شادی سے روک سکتی ہیں مگر محبت سے روک نہیں سکتیں۔ اگر میری شادی کسی اور سے بھی کر دی جائے تو بھی میرے دل میں تمہاری ہی محبت رہے گی۔

امجد۔ پیاری نسیمہ!

نسیمہ۔ ممّا نے تمہارا قصہ جس کی ابتدا عجیب طریقے پر ہوئی ہے نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ اور قدرتی طور پر انہوں نے مجھ میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے مگر تمہارا نام ہمیشہ میرے وردِ زبان رہے گا۔ اچھا تم اپنا پتہ بتا دو۔

امجد۔ شاہ نگر۔ شجاعت منزل۔

(متین جو دروازے کے پاس کھڑا ہوا باتیں سن رہا تھا۔ جیب

سے قلم نکال کر امجد کے وزٹنگ کارڈ پر جو اس کی جیب میں
رکھا ہوا تھا پتہ نوٹ کر لیتا ہے)

نسیمہ۔ سواری کا کیا انتظام ہے؟ میں تم کو روزانہ خط لکھا کروں گی۔

امجد۔ میری جان! شاہ نگر ریلوے اسٹیشن ہے۔ شہر سے بسیں بھی چلتی ہیں۔

نسیمہ۔ تم کب تک شہر میں رہو گے؟

امجد۔ پیر کے روز تک۔

نسیمہ۔ اچھا، بھائی جان اب آپ آجائیے۔

متین۔ ہاں! میں خود آرہا تھا۔

نسیمہ۔ بھائی جان! ذرا گھنٹی بجا دیجئے۔

(متین گھنٹی بجا دیتا ہے)

امجد۔ پیاری! مجھے موٹر تک پہنچانے کی اجازت دو۔

نسیمہ۔ ضرور!

(رستم آتا ہے)

امجد۔ (رستم سے مخاطب ہو کر) میں نسیمہ صاحبزادی کو گاڑی تک پہنچا دوں گا

رستم۔ بہت خوب صاحب! (رستم جاتا ہے)

(امجد اور نسیمہ کمرے سے باہر جاتے ہیں)

(رستم خطوط، اخبارات اور رسالوں کا بنڈل لاکر متین کے سامنے رکھ دیتا اور متین صرف خطوط پڑھتا ہے)

متین۔ رستم! میں کچھ پیوں گا، صرف ایک گلاس۔

رستم۔ جی حضور!

متین۔ دیکھو! میں کل بندرا بن کے پاس جارہا ہوں۔

رستم۔ جی حضور!

متین۔ شاید میں پیر کے روز تک واپس آؤں۔ اس لئے میرے سوٹ جادو۔

رستم۔ بہت خوب!

متین۔ مجھے یقین ہے کہ کل کا دن فرحت بخش ہوگا۔

رستم۔ جی مجھے امید نہیں۔

متین۔ تم بڑے وہمی ہو۔

(امجد اٹھتا اور رستم جاتا ہے)

امجد۔ کتنی ذہین اور فہیم لڑکی ہے۔ اُس نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔

(متین ایک قہقہہ لگاتا ہے)

امجد۔ ایں متین! آخر تم اتنے خوش کیوں ہو؟

متین۔ مجھے اپنے بندرا بن پر ہنسی آرہی ہے۔

امجد۔ تم نے سنجیدگی سے کام نہ لیا تو یہ بندرا بن ایک دن تمہیں مصیبت میں مبتلا کردے گا۔

متین۔ مجھے مصائب میں لطف آتا ہے۔ یہ چیزیں میرے لئے دل خوش کن ہیں۔

امجد۔ بے وقوف نہ بنو۔ تم ہر بات بے وقوفی کی کرتے ہو!

متین۔ ہر آدمی میں تھوڑی بہت بے وقوفی ہوتی ہے۔ یہی آدمیت کی نشانی ہے۔

(امجد غصے سے متین کی طرف دیکھتا ہوا کمرے سے جاتا ہے اور متین سگریٹ سلگا کر جیب میں سے ملاقاتی کارڈ نکال کر اس پر اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا پتہ پڑھتا ہے۔

پردہ

دوسرا ایکٹ

شاہ نگر۔ شجاعت منزل

پائیں باغ، گلاب کا تختہ بہار پر ہے۔ ایک روش پر کرسیاں پڑی ہیں ایک درخت کے نیچے ایک میز رکھی ہے جس پر کتابیں اور کاپیاں پڑی ہوئی ہیں۔ میز کے نزدیک سلیم خاتون بیٹھی ہے۔ پروین ہزارہ لئے گلاب کے پودوں کو پانی دے رہی ہے۔

خاتون۔ صاحبزادی! درختوں کو پانی دینے کا کام مالی کا ہے۔ تمہیں پڑھنا لکھنا چاہیئے تم قواعد میں بہت کمزور ہو۔ آؤ سبق یاد کرو۔

پروین۔ آتوں جی! مجھے قواعد سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ کس کام کی چیز ہے۔ ماضی، حال مستقبل کے چکر میں پھنسنا کون سی عقلمندی ہے؟

خاتون۔ تم جانتی ہو کہ تمہارے چچا امجد تمہاری تعلیم کا کتنا دھیان رکھتے ہیں۔ پرسوں وہ خاص طور پر کہہ گئے ہیں۔

پروین۔ چچا امجد پر تو بس پڑھانے کی دھن سوار ہے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ اسی فکر میں بیمار نہ پڑ جائیں۔

خاتون۔ صاحبزادی! تمہارے چچا کی صحت بڑی اچھی ہے۔ ایسا سنجیدہ، متین اور پاکباز نوجوان میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ اُن کو اپنی ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہے۔

پروین۔ آتوں جی! یہ کیا بات ہے کہ چچا جان ہم لوگوں میں بیٹھتے ہیں تو کچھ کھوئے ہوئے نظر آتے ہیں۔

خاتون۔ بی بی! وہ بڑے سنجیدہ آدمی ہیں۔ انہیں سخت تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اسی لئے ان میں چہل اور خوش دلی نظر نہیں آتی۔ وہ اپنے بدنصیب بھائی کے ہاتھوں تنگ ہیں۔

پروین۔ کاش! چچا جان اپنے بدنصیب بھائی کو چند روز کے لئے یہاں بلا لیں آپ اور میں مل کر اُسے درست کر دیں گے۔ سائنس اور ریاضی کی تعلیم انسان کو بدل دیتی ہے کیوں آتوں جی!

خاتون - میں نہیں سمجھ سکتی کہ مجھ سے ایسے شخص کی اصلاح ہو سکے گی جس سے اس کا بھائی تک ناامید ہو چکا ہو - وہ شخص بڑا ہی زود رنج اور متلون ہے - اس کی درستی محال ہے - خراب لوگ دھیرے دھیرے سنورتے ہیں - انہیں راستہ پر لانے کے لئے بڑی مدت درکار ہوتی ہے -

اچھا صاحبزادی! تم ڈائری بند کر دو - تمہیں ڈائری کی کیا ضرورت ہے -

پرڈین - میں اپنی زندگی کے اہم واقعات ڈائری میں لکھتی رہتی ہوں - اہم تعجب انگیز اور پوشیدہ واقعات تاکہ وہ محفوظ رہیں -

خاتون - پیاری بچی! حافظے کی کتنی زبردست ڈائری تمہارے پاس موجود ہے -

پرڈین - مگر وہ تو کبھی کبھی ایسی باتیں بھی بیان کرنے لگتا ہے جو کبھی ہوئی ہی نہیں میں سمجھتی ہوں حافظہ انہیں تین جلد ناولوں کا ذمہ دار ہے جنہیں پبلشنگ ہاؤس نے شائع کیا ہے -

خاتون - ان ناولوں کی اتنی تحقیر نہ کرو میں نے بھی ایک ناول لکھی ہے -

پرڈین - کیا واقعی آپ نے ناول لکھی ہے - آپ کتنی عقلمند ہیں - مجھے یقین ہے کہ اس ناول کا خاتمہ خیر خوبی سے نہیں ہوا ہوگا - میں ان ناولوں کو پسند نہیں کرتی جن کا خاتمہ مسرت پر ہوتا ہے -

خاتون۔ اچھے قصے کا نتیجہ مسرت آمیز ہوتا ہے اور بُرے قصے کا غم انگیز۔

پروین ۔ میں بھی ایسا ہی سمجھتی ہوں مگر آتون جی! آپ کی ناولیں چھپی بھی ہیں؟

خاتون۔ نہیں، چھپنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مسودہ بھی کھو گیا۔ خیر صاحبزادی اپنا کام کرو۔

پروین۔ اوہ، قاضی جی تشریف لا رہے ہیں۔

خاتون۔ (قاضی صاحب کو دیکھ کر اٹھتے ہوئے) آیئے قاضی صاحب! تشریف لایئے۔

عبدالقدوس۔ کہو سب طرح خیریت خیر سلا تو ہے، پروین بی بی! تمہارے مزاج تو اچھے ہیں۔

پروین۔ الحمدللہ! میں تو اچھی ہوں مگر قاضی صاحب! آتون جی کے سر میں درد ہو رہا ہے۔ انہیں باغ میں ذرا ٹہلنے کی ضرورت ہے۔

خاتون۔ بی بی! میں نے تو تم سے دردِ سر کی شکایت نہیں کی۔

پروین۔ مگر میں صورت دیکھ کر پہچان لیتی ہوں۔

عبدالقدوس۔ خاتون! تم بے توجہی سے کام لے رہی ہو۔

پروین۔ جی ہاں مولوی صاحب! میں آپ کے خیال کی تائید کرتی ہوں۔

عبدالقدوس۔ اگر میں خوش قسمتی سے خاتون کا شاگرد ہوتا تو ہمیشہ ان کے ہونٹوں سے لگا رہتا۔

(خاتون غصے سے گھورنے لگتی ہے اور عبدالقدوس پریشان ہو کر کہتے ہیں)

یہ استعارہ میں نے شہد کی مکھی سے لیا ہے۔ خیر یہ تو کہو امجد میاں شہر سے واپس کب آئیں گے؟

خاتون۔ شاید پیر کے دن وہ واپس ہوں گے۔

عبدالقدوس۔ ہاں انوار کا لطف تو شہر ہی میں آتا ہے۔ مگر وہ اتنے شوقین بھی نہیں البتہ اُن کا بھائی شوقین ہے۔ مگر مجھے یہاں ٹھہر کر سلیم اور ان کی شاگرد کا کام خراب نہیں کرنا چاہیئے۔

خاتون۔ میرا نام سلیم خاتون ہے قاضی صاحب! اس طرح آدھا نام یا تو والدین لیتے ہیں یا پھر.......

عبدالقدوس۔ (بات کاٹ کر) اور میں دونوں بھی نہیں ہوں۔ اس لئے مجھے آدھا نام لے کر پکارنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

خاتون۔ صاحبزادی! تم سبق یاد کرتی رہو۔ میں ذرا قاضی صاحب کے ساتھ ٹہلتی ہوں۔ واقعی مجھے درد محسوس ہو رہا ہے۔

عبدالقدوس ۔ چلئے خاتون! مدرسہ تک ٹہلتے چلیں ۔

خاتون ۔ صاحبزادی! تم معاشیات پڑھتی رہو ۔ "افراطِ زر" تمہارا سبق ہے ۔ پورے مسائل ذہن نشین کر لو ۔

(عبدالقدوس اور سلیم خاتون ٹہلتے ہوئے نکل جاتے ہیں)

پروین (اپنے آپ) یہ معاشیات بھی بیکار ہے اور قواعد بھی، دونوں فضول ہیں سب سے فضول تو جغرافیہ ہے ۔

(جمن (بٹلر) ایک ملاقاتی کارڈ کشتی میں رکھ کر پیش کرتا ہے)

جمن ۔ جمیل صاحب اسٹیشن سے آئے ہیں ۔ سامان بھی ساتھ ہے ۔

پروین ۔ (کارڈ پڑھ کر) جمیل الرحمٰن ——— چچا جان کا بھائی؟ جمن کیا تم نے ان سے نہیں کہا کہ چچا جان شہر گئے ہوئے ہیں ۔

جمن ۔ جی ہاں! میں نے کہا ہے مگر وہ آپ سے ملنے اور یہاں ٹھہرنے پر اصرار کر رہے ہیں ۔

پروین ۔ انہیں یہاں بھیج دو اور تم جا کر ان کا سامان لے آؤ اور کمرے کا انتظام کرو ۔

جمن ۔ بہت خوب! (جمن جاتا ہے)

پروین۔ (اپنے آپ) اس سے پہلے مجھے کسی بدکار سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا مجھے خوف ہو رہا ہے۔ یہ شخص بھی اور بدکاروں کی طرح ہو گا۔

(متین خوش خوش آتا ہے)

متین۔ مجھے یقین ہے تم چھوٹی پروین ہو؟

پروین۔ نہیں نہیں! میں چھوٹی نہیں۔ خاصی لمبی اونچی ہوں مگر تمہاری بہن ضرور ہوں۔ تمہارے کارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم چچا جان کے بھائی ہو۔ ہونا بدکار جمیل!

متین۔ پیاری پروین! تمہیں میرے متعلق اتنا برا خیال نہیں کرنا چاہیے۔ میں بدکار نہیں ہوں۔

پروین۔ اگر تم بدکار نہیں تھے تو تم لوگوں کو دھوکا کیوں دیتے رہے۔ یہ تو منافقت ہے۔

متین۔ (حیرت سے پروین کو دیکھ کر) ہاں مجھ سے لاپرواہی ضرور ہوئی ہے

پروین۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں صاف گوئی کو بہت پسند کرتی ہوں۔

متین۔ جب تم نے یہ ذکر چھیڑ ہی دیا ہے تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں

نے بے اعتدالیاں ضرور کی ہیں۔

پروین۔ میں سمجھتی ہوں تم ان باتوں پر پچھتاتے ضرور ہو گے۔

متین۔ بہت پچھتاتا ہوں مگر تم سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔

پروین۔ یہاں تمہارا آنا کس طرح ہوا؟ چچا جان پیر سے پہلے یہاں نہیں آئیں گے۔

متین۔ مگر مجھے پیر کے دن صبح کی گاڑی سے جانا ضروری ہے کیونکہ بہت ہی اہم کام ہے۔

پروین۔ یہ کام شہر ہی میں ہو سکتا ہے؟

متین۔ ہاں! اسی لئے تو شہر جانا ضروری ہے۔

پروین۔ اگر زندگی کا لطف اٹھانا ہو تو کاروبار چھوڑ دینا چاہیئے۔ مگر تم چچا جان کے آنے تک یہیں ٹھہرو تو بہتر ہے کیونکہ چچا جان تمہارے ترکِ وطن کے متعلق بات چیت کرنے والے ہیں۔

متین۔ کس کے ترکِ وطن کے متعلق؟ میرے؟

پروین۔ ہاں ہاں، تمہارے! وہ تمہارے لئے سفری سامان خریدنے گئے ہیں تاکہ تمہیں وطن سے باہر بھیجیں۔

متین۔ تو گویا وہ مجھے مار ہی ڈالنا چاہتے ہیں۔

پروین۔ چہارشنبہ کی رات کو کھانے پر چچا جان نے کہا تھا کہ وہ تمہیں باہر بھیج دینا چاہتے ہیں۔

متین۔ مگر میں کہیں بھی جانا نہیں چاہتا۔ یہیں رہنا بہتر سمجھتا ہوں۔

پروین۔ مگر تم یہاں رہنے کے قابل ہو؟

متین۔ نہیں! میں اس قابل نہیں ہوں۔ اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تم میری اصلاح کرو۔ یقین ہے تم مجھ پر اتنی عنایت کرو گی۔

پروین۔ افسوس ہے آج شام مجھے فرصت نہیں ہے۔

متین۔ شام کے بعد بھی توجہ نہ کرو گی کیا؟

پروین۔ کیوں نہیں، مگر تمہیں بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

متین۔ میں تو ابھی سے اپنے آپ میں تغیر پا رہا ہوں۔

پروین۔ مگر تم تو مجھے اور بھی خراب نظر آرہے ہو۔

متین۔ اس لئے کہ میں بھوکا ہوں۔

پروین۔ یہ میری غلطی ہے۔ جب کوئی شخص نئی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے اسے غذا کی ضرورت پڑتی ہے۔ اچھا جمیل تم اندر چلو۔

منتین۔ شکریہ! مگر مجھے ایک گلاب کے پھول کی ضرورت ہے۔ جب تک میں کوٹ کے بٹن میں پھول نہیں لگا لیتا مجھ سے کھایا نہیں جاتا۔

پروین۔ تم بھی عجیب آدمی ہو (قینچی اٹھا لیتی ہے)

منتین۔ نہیں میں خود پھول لے آؤں گا۔ قینچی مجھے دے دو۔

پروین۔ کیوں؟ (ایک پھول توڑتی ہے)

منتین۔ اس لئے کہ تم خود بھی ایک پھول ہو۔

پروین۔ تمہیں مجھ سے اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ آنٹی جی تو مجھ سے ایسی باتیں نہیں کرتیں۔

منتین۔ تمہاری آنٹی کوئی کوڑھ دماغ عورت ہوگی۔

(پروین منتین کے سینے پر پھول لگا دیتی ہے)

پروین! تم بڑی خوبصورت ہو!

پروین۔ آنٹی جی کہتی تھیں کہ خوبصورتی دامِ گرفتاری ہے۔

منتین۔ ہاں، یہ ایک پھندا ہے جس میں دل پھنس جاتے ہیں۔

پروین۔ مگر میں کسی کے دل کو پھانسنا نہیں چاہتی۔

(منتین اور پروین مکان کے اندر چلے جاتے ہیں اور خاتون

عبدالقدوس کے ساتھ آتی ہے)

خاتون۔ قاضی صاحب! آپ کے اکیلے پن سے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ آپ کو نکاح کر لینا چاہیئے۔ انسان کو انسان سے نفرت نہ کرنی چاہیئے۔

عبدالقدوس۔ یقین کرو کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ نکاح کی ذمہ داریاں بڑی سخت ہوتی ہیں۔ میرا انکار بنی نوع انسان سے نفرت کی بنا پر نہیں، بلکہ انسانی محبت اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی پر مبنی ہے۔

خاتون۔ ناکتخدا یا، مجرد شخص لوگوں کے دکھ درد کو سمجھ نہیں سکتا اور نہ وہ عوام کی خدمت کر سکتا ہے۔

عبدالقدوس۔ مگر لوگوں کا خیال ہے کہ شادی شدہ شخص کی دل آویزی ختم ہو جاتی ہے۔

خاتون۔ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ شادی شدہ شخص اپنی بیوی کے لیئے دل آویز ہوتا ہے سبھوں کے لیئے نہیں۔

عبدالقدوس۔ مگر میں نے سنا ہے کہ وہ بیوی کے نزدیک بھی دل آویز نہیں ہوتا۔

خاتون۔ یہ بیوی کی فطرت اور صلاحیت پر منحصر ہے۔ عورت پختہ عمر ہی کو

پہنچ کر عورت بنتی ہے اور وہی شوہر کی قدر و منزلت پہچانتی ہے۔ یہ
کم عمر کنواریاں نہیں جان سکتیں۔ پھول کھلنے کے بعد ہی پھول بنتا ہے
کلی کو پھول نہیں کہتے۔

عبدالقدوس۔ سچ ہے، مگر صاحبزادی کہاں گئیں؟

خاتون۔ شاید وہ ہمارے پیچھے ہی ٹہلنے نکل گئی ہوں۔

(امجد ماتمی لباس پہنے آتا ہے)

خاتون۔ (حیرت سے) امجد میاں!

عبدالقدوس (تعجب سے) امجد صاحب!

امجد۔ میری واپسی تعجب خیز ہے۔ کیونکہ ہیرسے پہلے تو مجھے واپسی کی
امید نہ تھی۔

عبدالقدوس۔ امجد صاحب! یہ ماتمی لباس کسی غمناک حادثے کی خبر تو
نہیں دے گا؟

امجد۔ آہ! میرا بھائی،

عبدالقدوس۔ کیا ہوا اُسے؟

امجد۔ وہ مر گیا۔

عبدالقدوس۔ کیا جمیل کا انتقال ہو گیا؟

امجد۔ جی ہاں! انتقال ہو گیا۔

عبدالقدوس۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خاتون۔ یہ موت مرحوم کے لئے درسِ عبرت ہے۔

عبدالقدوس۔ امجد صاحب! میں صمیمِ قلب سے تعزیت ادا کرتا ہوں صبر کو کام فرمائیے۔

امجد۔ یہ بڑا جاں گداز صدمہ ہے۔

عبدالقدوس۔ بہت ہی روح فرسا ہے۔ کیا آپ انتقال کے وقت اُس کے پاس تھے؟

امجد۔ نہیں، اُس نے دوسرے شہر میں انتقال کیا ہے۔ کل رات تار آیا ہے۔

عبدالقدوس۔ سببِ مرگ کیا تھا؟

امجد۔ سردی کی شدت سے اُس نے انتقال کیا۔

خاتون۔ (تنک کر) جیسی کرنی ویسی بھرنی!

عبدالقدوس۔ خاتون! رحم کرو، مرنے کے بعد معاف کر دینا چاہیئے۔ خیر، تو

کیا تجہیز و تکفین یہاں ہو گی؟

امجد۔ نہیں! معلوم ہوتا ہے کہ خود اُس نے خواہش کی تھی کہ اُسے وہیں دفنایا جائے۔

عبدالقدوس۔ یقین ہے کہ مرحوم وقت نزع ثبات ہوش و حواس نہیں رکھتے تھے ورنہ دیارِ غیر میں وصیت تدفین کیا معنی رکھتی ہے۔ خیر، میں چاہتا ہوں کہ آئندہ جمعہ میں اس ناگہانی مصیبت پر وعظ کہوں۔ امجد صاحب! کیا آپ اجازت دیں گے؟ میرے وعظ کا عنوان ہو گا من و سلویٰ۔ وعظ ہر تقریب پر کہا جا سکتا ہے، خوشی ہو یا غمی۔ یہ عنوان میں نے اس لئے منتخب کیا ہے کہ آپ کے بھائی نے اپنی زندگی ایسی ہی گذاری جیسے من و سلویٰ کھانے والے لوگ گذارتے رہے۔ انہیں خورد و نوش کی کوئی فکر نہ تھی۔ سارے اخراجات کے کفیل آپ تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں ہر تقریب عید بقرعید وغیرہ سب پر وعظ کہا کرتا ہوں

امجد۔ آپ نے وعظ کا ذکر چھیڑ کر مجھے ایک بات یاد دلا دی۔ میں اپنا نام بدلنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ مجھے ان طریقوں سے واقف کرا سکیں گے؟

(عبدالقدوس حیرت سے امجد کی طرف گھورنے لگتا ہے)

میرا مطلب یہ ہے مولوی صاحب! کہ آپ نومولود بچوں اور مذہب میں
نئے داخل ہونے والوں کے نام رکھا کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کی معلومات
سے فائدہ اٹھاؤں۔ میں اس تفصیل سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔

عبدالقدوس۔ مجھے فخر ہے کہ میں اس مبارک فریضے کو ہمیشہ انجام دیتا رہا
ہوں۔ کیا مرحوم بھائی نے کوئی اولاد چھوڑی ہے اور آپ اُس کا
عقیقہ کریں گے؟

امجد۔ نہیں، قاضی صاحب!

خاتون۔ اجی! جو لوگ اپنے عیش و آرام کے لئے جیتے ہیں وہ شادی تھوڑا
ہی کرتے ہیں۔

امجد۔ جی میں کسی بچے کا عقیقہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ خود اپنا نام بدلنا چاہتا
ہوں۔

عبدالقدوس۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا عقیقہ اور نام رکھائی دونوں ہو
چکے ہیں۔

امجد۔ مجھے یاد نہیں۔

عبدالقدوس۔ کیا آپ کو اس کے متعلق کوئی شبہات ناشی ہوتے ہیں؟

امجد۔ نہیں، مولوی صاحب! نہ تو شبہ ہے اور نہ یقین۔ مگر بعض وجوہ سے مجھے اس نام کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اس کا طریقہ کیا ہے اور اس میں کوئی مذہبی ممانعت تو نہیں ہے۔

عبدالقدوس۔ نہیں، کوئی ممانعت نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں نام بدل سکتے ہیں۔ مذہب نام سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ اب جو آپ نام بدلیں گے تو یہ قانونی بات ہو گی۔ آپ کسی وکیل سے مشورہ کرتے تو مناسب تھا۔

امجد۔ شکریہ، مولوی صاحب!

عبدالقدوس۔ میرے پڑوس میں ایک وکیل صاحب رہتے ہیں آپ پانچ بجے تشریف لائیں تو اُن سے مشورہ کر لیں گے۔

امجد۔ ضرور! میں ٹھیک پانچ بجے حاضر ہوں گا۔

عبدالقدوس۔ اچھا تو اب مجھے اجازت دیجئے۔ اب مجھے دو بچوں کے کان میں اذان کہنی ہے جو آج صبح توام تولد ہوئے ہیں۔ یہ آپ ہی کی جاگیر کے غریب گھرانے کے بچے ہیں۔ دیکھئے! یہ افعال الٰہی ہے کہ امرا دو روسا اولاد کو ترستے ہیں مگر اولاد نہیں ہوتی اور ان غریبوں کو وقت واحد میں دو دو بچے ہوتے ہیں۔ خدا کی شان ہے۔

امجد۔ یقیناً مولوی صاحب!

عبدالقدوس۔ اچھا، فی امان اللہ! مگر امجد صاحب! آپ اپنے بھائی کے غم
میں اپنے آپ کو ہلکان نہ کیجئے۔ یہ بڑی آزمائش کا وقت ہے۔ اس میں
ثابت قدم رہنے کی ضرورت ہے۔

خاتون۔ یہ صبر بھی نعمت ہے۔ (پروین دوڑتے ہوئے آتی ہے)

پروین۔ چچا جان! آپ کو دیکھ کر بے حد خوشی ہو رہی ہے مگر یہ خطرناک لباس آپ
نے کیوں پہن رکھا ہے۔ چاہیئے! اس لباس کو اتار دیجئے۔

خاتون۔ (غمگین آواز میں) میری بچی!

پروین۔ (امجد کے پاس پہنچ جاتی ہے اور وہ اس کی پیشانی چومتا ہے) چچا جان!
یہ کیا بات ہے؟ کیا آپ کو داڑھ کے درد کی تکلیف ہے؟ میرے پاس
ایک خوش خبری ہے آپ کیلئے۔ اندر چلئے، آپ کا بھائی جمیل کہاں ہے؟

امجد۔ کون؟

پروین۔ آپ کا بھائی جمیل، وہ ہمارے گھر میں ہے۔

امجد۔ کیا بکواس ہے۔ میرا کوئی بھائی نہیں۔

پروین۔ ایسا نہ کہئے۔ اس نے آپ کے ساتھ چاہے جو سلوک کیا ہو مگر ہے

آپ کا بھائی۔ آپ کو اس کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرنی چاہیئے۔ چچا جان! اتنے سخت نہیں بنتے۔ دیکھئے، میں جمیل کو بلاتی ہوں۔ آپ اس سے خوشی سے ملیں گے نا؟

(پروین دوڑتی ہوئی چلی جاتی ہے)

عبدالقدوس۔ یہ تو ایک جانفزا مژدہ ہے ع

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

خاتون۔ جب ہم نے یہ یقین کر لیا ہے کہ وہ مر چکا ہے تو اب اس طرح اچانک اس کا نمودار ہونا تکلیف دہ ہے۔

امجد۔ میرا بھائی اور یہاں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا، کیا ماجرا ہے۔ یہ بے وقوفی کی باتیں ہیں۔

(پروین اور متین ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے آتے ہیں)

متین۔ بھائی صاحب! میں نے جو تکلیفیں آپ کو دیں اس پر نادم ہوں اور آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ آپ معاف کر دیجئے۔

امجد۔ یا اللہ! (غصے سے گھور کر متین کو چلے جانے کا اشارہ کرتا ہے)

پروین۔ چچا جان! اپنے چھوٹے بھائی کو معاف کر دیجئے اور اس سے ہاتھ ملایئے

امجد۔ اس کی آمد میرے لئے باعثِ ذلت ہے۔ اسے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیئے
پروین۔ چچا جان! آپ اخلاق کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ جمیل بہت بدل گئے ہیں۔ ابھی وہ اپنے مریض دوست بندرابن کا قصہ سنا رہے تھے۔ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ہوتی ہیں۔ جمیل میں بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ کسی مریض دوست کے لئے اپنی دلچسپیاں قربان کر ڈالنا کتنی بڑی خوبی ہے۔
امجد۔ وہ تم سے بندرابن کا ذکر کر رہا تھا؟ بدمعاش کہیں کا۔
پروین۔ چچا جان! جمیل مجھ سے بندرابن کی بیماری کا قصہ بیان کر رہے تھے۔
امجد۔ بن بیرنگ! یہ بن بیرنگ ہے۔ میں اسے اپنے گھر میں بن بیرنگ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔
متین۔ میں اقبال کرتا ہوں کہ سراسر قصوروار ہوں۔ مگر بھائی جان! آپ کی سرد مہری روحانی اذیت پہنچا رہی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ میرا پرجوش خیر مقدم کریں گے مگر آپ تو مجھے دھتکار رہے ہیں۔ حالانکہ میری یہ پہلی آمد ہے۔
پروین۔ چچا جان! اگر آپ جمیل کو معاف نہ کریں گے اور اُن سے ہاتھ نہ ملائیں گے تو میں آپ کو کبھی معاف نہ کروں گی۔
امجد۔ کبھی معاف نہ کرو گی؟

پروین۔ ہرگز نہیں!

امجد۔ اچھا، تو میں آخری بار ہاتھ ملاتا ہوں۔

(متین کو غصے سے دیکھتا اور اس سے مصافحہ کرتا ہے)

عبدالقدوس۔ کتنی خوشی کی بات ہے۔ دونوں بھائیوں میں ملاپ ہو گیا۔ ان دونوں کو اب تنہا چھوڑ دینا مناسب ہے۔

خاتون۔ صاحبزادی! ہمارے ساتھ آؤ۔

پروین۔ آنٹی جی! میں نے صلح کرانے کا چھوٹا سا فرض خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے

عبدالقدوس۔ پیاری بچی! تم نے بڑا کام کیا ہے ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

پروین۔ مولوی صاحب! میں مرد نہیں ہوں۔

عبدالقدوس۔ خیر خیر، میں نے ایک مصرع پڑھ دیا تھا۔ اب سمجھو ع

زنے از پردہ بروں آید و کارے بکند

پروین۔ مولوی صاحب! میں عورت بھی تو نہیں ہوں نہ ہی پردہ دار ہوں، ایک بے پردہ لڑکی ہوں۔

عبدالقدوس۔ صاحبزادی! تم نے تو منطق پڑھی ہے حجت کرتی رہتی ہو۔ خیر

ادھر آجاؤ۔ (سب چلے جاتے ہیں)

امجد۔ بدمعاش متین! تم فوراً یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں تم کو اس قسم کی بن بیرنگ کی اجازت نہیں دے سکتا۔

(جمن آتا ہے)

جمن۔ حضور! جمیل صاحب کا اسباب آپ کے کمرے کے برابر والے کمرے میں جما دیا گیا ہے۔

امجد۔ کس کا اسباب؟

جمن۔ جمیل صاحب کا اسباب، تین پورٹ منٹو، ایک ڈریسنگ کیس، دو ٹوپیوں کے صندوق، ایک ٹفن باسکٹ۔

امجد۔ جمن! موٹر منگواؤ۔ جمیل صاحب ایک ضروری کام پر شہر جائیں گے۔

متین۔ تم کتنے جھوٹے ہو۔ مجھے شہر جانے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

امجد۔ مگر تمہیں جانا چاہیے۔

متین۔ میں نہیں سمجھتا کہ شہر میں میرا کیا کام ہے۔

امجد۔ تمہارا فرض ایک شریف آدمی کی طرح تم کو بلا رہا ہے۔

متین۔ میرا فرض؟ ایک شریف آدمی کا فرض اس کی خوش اوقاتی میں حائل نہیں

ہوتا۔

انجد۔ اسے میں زیادہ سمجھ سکتا ہوں۔

متین۔ پروین کس قدر حسین اور دلکش لڑکی ہے۔

امجد۔ (بات کاٹ کر) تم کو پروین کے متعلق اس قسم کی باتیں نہیں کہنا چاہیئے یہ نہایت ہی بے ہودگی ہے۔

متین۔ مجھے تمہارا لباس قطعاً پسند نہیں۔ اس وقت تم مضحکہ خیز نظر آرہے ہو یہ ماتمی لباس تم نے اس شخص کے سوگ میں پہن رکھا ہے جو خود تمہارے سامنے زندہ موجود ہے اور ایک ہفتے تک اسی گھر میں رہے گا۔

امجد۔ تم یہاں ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتے۔ فوراً تمہیں یہاں سے جانا چاہیئے پانچ بجے گاڑی جاتی ہے۔

متین۔ میں تمہیں اس لباس میں تو کسی حالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر میں ماتمی لباس میں رہتا تو تم کو میرے پاس ایک ہفتہ ٹھہرنے کا پورا پورا حق ہوتا۔

امجد۔ اگر میں لباس تبدیل کر دوں تو تم چلے جاؤ گے؟

متین۔ ہاں! بشرطیکہ تم جلد لباس تبدیل کر دو۔

امجد۔ مجھے تمہاری طرح کپڑوں میں لپٹے جانے کا شوق نہیں ہے۔

متین۔ میں مکمل لباس اسی لئے پہنتا ہوں کہ لوگ مجھے تعلیم یافتہ اور علم مجلس کا واقف سمجھیں اور تم اسے زائد از ضرورت سمجھتے ہو۔

امجد۔ یہ تمہاری حماقت ہے۔ تمہارا رویہ سخت اعتراض کے قابل ہے۔ تمہیں پانچ بجے کی گاڑی سے چلے جانا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ شہر تک تم پر لطف سفر کرو گے۔ یہ بن بیرنگ تو کچھ کامیاب نہیں رہی۔

(باغ کے راستے مکان کی طرف جاتا ہے)

متین۔ (اپنے آپ) مجھے بے انتہا کامیابی ہوئی ہے۔ پروین کو مجھ سے محبت ہو گئی اور کیا چاہئے۔

باغ کے پچھلے حصے میں پروین ہزارہ لئے درختوں کو پانی دیتے ہوئے نظر آتی ہے)

لیکن مجھے جانے سے پہلے پروین سے مل لینا چاہئے۔

پروین۔ اوہ جمیل بھائی! آپ یہاں ہیں؟ میں اتفاق سے گملوں کو پانی دیتی ہوئی ادھر آنکلی۔ میں سمجھتی تھی کہ آپ چچا جان کے ساتھ ہوں گے۔

متین۔ وہ تو میرے لئے موٹر منگوا رہے ہیں۔

پروین۔ کیوں، کیا تمہیں تفریح کے لئے لے جا رہے ہیں؟

متین۔ نہیں! مجھے واپس بھیج رہے ہیں۔

پروین۔ تو کیا ہمیں جدا ہونا پڑے گا؟

متین۔ مجھے ڈر ہے کہ ایسا ہی ہوگا اور یہ جدائی بڑی تکلیف دہ ہوگی۔

پروین۔ نئی نئی ملاقات کے بعد فوراً ہی جدا ہو جانا بے حد تکلیف دہ ہوتا ہے پرانے دوستوں کی مفارقت برداشت کی جا سکتی ہے۔ مگر نئے دوستوں کی مفارقت ناقابل برداشت ہوتی ہے۔

متین۔ شکریہ! پروین تم کتنی اچھی ہو۔

(جمن آتا ہے)

جمن۔ صاحب! موٹر تیار ہے۔

(متین پروین کی طرف ملتجیانہ نظروں سے دیکھتا ہے)

پروین۔ جمن! جمیل بھائی تھوڑی دیر ٹھہریں گے .... پانچ منٹ انتظار کرو۔

جمن۔ بہت خوب!

متین۔ پروین! مجھے یقین ہے کہ تم برا نہ مانو گی اگر میں صداقت اور سادگی

کے ساتھ یہ کہوں کہ تم مکمل مجسمۂ حسن و جمال ہو۔

پروین۔ جمیل! تمہاری سچائی قابل ستائش ہے۔ اگر تم اجازت دو تو میں یہ الفاظ اپنی ڈائری میں لکھ لوں

(ڈائری لے کر لکھنے لگتی ہے)

متین۔ کیا تم ہمیشہ اپنے ساتھ ڈائری رکھتی ہو۔ میں اس ڈائری کو صرف ایک نظر دیکھنے کے لئے تم سے جو مانگوں تو دینے کو تیار ہو۔

پروین۔ نہیں! ایک دوشیزہ کی ڈائری جس میں اس کے خیالات اور تاثرات ہیں تم دیکھ نہیں سکتے۔ البتہ اسے چھپوانے کے بعد تم کو ایک جلد ضرور دے سکوں گی۔ مگر خدا کے واسطے کھنچے جاؤ۔ میں نے یہاں تک لکھ لیا ہے "مجسمہ ہو" (متین کھانستا ہے)

کھانسو نہیں۔ جب کوئی شخص لکھوانے لگتا ہے تو اُسے تیزی، صفائی اور صحت کے ساتھ لکھوانا چاہیئے۔ کھانسی کے ہجے میں نہیں کر سکتی۔

متین۔ (جلد جلد بولتا ہے) جب میری پہلی نظر تم پر پڑی تو مجھے تم سے یکایک محبت پیدا ہو گئی۔ اور میں بُری طرح فریفتہ ہو گیا۔

پروین۔ بُری طرح کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس بُرے لفظ کو ایسے اچھے موقع پر اس

بُری طرح استعمال نہ کرو۔

متین۔ پروین! (جمن آتا ہے)

جمن۔ جناب! گاڑی دیر سے تیار ہے۔

متین۔ اس سے کہو کہ ایک ہفتہ کے بعد آئے۔

جمن۔ بہت خوب!

پروین۔ چچا جان کو جب یہ معلوم ہو گا کہ تم ایک ہفتے کے لئے ٹھہر گئے ہو، تو وہ بہت خفا ہوں گے۔

متین۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اگر مجھے کسی کا خیال ہے تو صرف تمہارا ہے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تم مجھ سے شادی کر لو گی پیاری پروین!

پروین۔ بے وقوفی کی باتیں نہ کرو، وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔

متین۔ تم بالکل حور نظر آ رہی ہو پروین!

پروین۔ تمہاری باتیں بھی عجیب ہیں جمیل!

(متین منہ چوم لیتا ہے اور پروین اس کے بالوں سے کھیلنے لگتی ہے)

میں سمجھتی ہوں تمہارے بال قدرتاً گھنگریالے ہیں۔

متین۔ ہیں تو سہی مگر ذری مدد بھی درکار ہوتی ہے۔

پروین۔ میں نہیں سمجھتی کہ ہماری محبت کبھی کم ہو گی۔ تمہارا نام بڑا ہی پیارا ہے۔

متین۔ (پریشان ہو کر) ہاں، ہاں!

پروین۔ پیارے! چاہے تم اس پر ہنسو، مگر میرا خیال ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ ایسے شخص سے محبت کروں جس کا نام جمیل ہو۔ اس نام میں کوئی ایسی کشش ہے جو مجھ پر ایک بے خودی طاری کر دیتی ہے۔ مجھے اس عورت کے ساتھ ہمدردی ہے جس کے شوہر کا نام جمیل نہ ہو۔

متین۔ کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ اگر میرا نام جمیل نہ ہوتا تو تم مجھ سے محبت نہ کرتیں۔ فرض کرو میرا نام کچھ اور ہوتا؟

پروین۔ اور کیا ہوتا؟

متین۔ مثلاً متین،

پروین۔ یہ نام تو مجھے مطلق پسند نہیں۔

متین۔ پیاری! اس نام میں کیا بُرائی ہے۔ میرا اصلی نام یہی ہے۔ اگر میرا نام جمیل نہ ہو تو کیا تم مجھ سے محبت نہ کرو گی؟

پروین۔ میں تمہاری عزت کروں گی مگر محبت نہیں کر سکتی۔

متین۔ اچھا! تو پھر میں جمیل ہی ہوں۔ یہاں قریب میں کوئی وکیل تو رہتا ہی

ہو گا؟

پروین۔ ہاں قریب ہی ایک وکیل رہتے ہیں جو بہت لائق ہیں۔ انہوں نے آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی ہے۔ اسی سے تم ان کی معلومات کا اندازہ کر سکتے ہو۔

منتین۔ مجھے اُن سے مشورہ کرنا ہے

پروین۔ جاؤ، مگر آدھے گھنٹے سے زیادہ دیر نہ لگانا۔ آج ہی پہلی بار تم سے ملاقات ہوئی ہے۔ یہ بہت تکلیف وہ ہے کہ آج ہی تم آدھے گھنٹے کے لیے جدا ہو رہے ہو۔ کیا بیس منٹ میں واپس نہیں آ سکتے؟

منتین۔ اس سے پہلے آنے کی کوشش کروں گا۔

(منہ چوم کر جاتا ہے)

پروین۔ کتنا شریر ہے۔ مجھے اس کے بال بے انتہا پسند ہیں۔ اس کے الفاظ ڈائری میں لکھ لینا چاہئیں۔

(جمن آتا ہے)

جمن۔ کوئی نسیمہ بیگم آئی ہیں

پروین۔ چچا جان، کتب خانے میں نہیں ہیں؟

جمن۔ تھوڑی دیر پہلے باہر گئے ہیں۔

پروین۔ تو پھر بیگم صاحبہ کو یہیں بلا لاؤ۔ چچا جان ابھی واپس آ جائیں گے۔ تم چائے لے آؤ۔

(جمن جاتا ہے اور نسیمہ آتی ہے)

پروین۔ اجازت دیجیے کہ میں اپنا تعارف کراؤں۔ میرا نام پروین ہے۔

نسیمہ۔ (آگے بڑھ کر) کتنا دل فریب نام ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ ہم دونوں بڑے دوست ثابت ہوں گے۔ مجھے تم اس قدر پسند آئی ہو کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ لوگوں کے متعلق جو پہلی رائے میں قائم کر لیتی ہوں وہ غلط نہیں ہوتی۔

پروین۔ یہ تمہاری عنایت ہے۔ تم نے پہلی ہی ملاقات میں مجھے اپنا گرویدہ کر لیا ہے۔ مہربانی کر کے بیٹھ جاؤ۔

نسیمہ۔ کیا میں تم کو پروین پکار سکتی ہوں؟

پروین۔ بڑے شوق سے۔

نسیمہ۔ اور تم مجھے نسیمہ پکارو گی نا؟

پروین۔ میں یہی پکاروں گی۔ (دونوں بیٹھ جاتی ہیں)

نسیمہ۔ شاید مجھے اپنے آپ کو ظاہر کر دینا مناسب ہوگا۔ میرے والد نواب لیاقت علی خاں ہیں۔ تم نے ابّا جان کا نام سنا ہوگا۔

پروین۔ مجھے خیال تو نہیں ہے۔

نسیمہ۔ ابّا جان خاندان سے باہر زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ یہ بات اچھی بھی ہے میرے نزدیک ایک مرد کی دنیا اس کا اپنا خاندان ہی ہونا چاہیئے جو شخص خانگی فرائض اور خاندانی ذمہ داریوں سے غفلت برتے، وہ نکمّا ہے۔ کیوں پیاری پروین! تمہاری کیا رائے ہے؟ ممّا نے میری تربیت اسی طرح کی ہے اور انہوں نے مجھے تنگ نظر بنا دیا ہے۔ شاید تم چند روز کے لیئے یہاں آئی ہو؟

پروین۔ نہیں، آئی نہیں ہوں بلکہ میں یہیں رہتی ہوں۔

نسیمہ۔ (تند لہجے میں) کیا واقعی؟ کوئی تمہارے خاندان کی عورت بھی ساتھ رہتی ہے؟

پروین۔ نہیں میری ماں نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا رشتہ دار۔

نسیمہ۔ واقعی؟

پروین۔ جی ہاں! البتہ آنٹی جی میرے ساتھ رہتی ہیں۔

نسیمہ۔ کوئی مرد اس گھر میں نہیں رہتا؟

پروین۔ چچا جان رہتے ہیں جو میرے ولی ہیں۔

نسیمہ۔ حیرت کی بات ہے۔ مگر انہوں نے تمہارا ذکر تک نہیں کیا۔ وہ کس قدر پراسرار آدمی ہیں روز بروز دلچسپ بنتے جا رہے ہیں۔ مجھے یہ سُن کر بڑی مسرّت ہو رہی ہے۔ مجھے تم سے بہت محبت ہے۔ پہلی ہی نظر میں تم سے محبت ہو گئی۔ لیکن جب تم نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ تمہارے ولی ہیں، تو میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ کاش تم موجودہ عمر سے کسی قدر سن رسیدہ ہوتیں۔ فی الحقیقت اگر تم مجھے صاف صاف کہنے کی اجازت دو تو...

پروین۔ ہاں صاف صاف کہو، میرے نزدیک کوئی ناگوار بات ہی چھپا چھپا کر کہی جاتی ہے۔ مگر ایسے موقع پر صاف گوئی سے کام لینا چاہیے۔

نسیمہ۔ میں صاف دلی سے کہتی ہوں کہ تمہاری عمر بائیس سال کی ہوتی اور تم بوڑھی نظر آتیں۔ جمیل بڑا بھولا بھالا شخص ہے۔ اس کے متعلق میں کوئی بری رائے قائم کرنا نہیں چاہتی۔ مگر پاکباز سے پاکباز بھی حُسن سے متاثر ہو جاتا ہے

پروین۔ بہن معاف کرنا کیا تم نے جمیل کا نام لیا ہے؟ جمیل میرا ولی نہیں بلکہ

اس کا بڑا بھائی امجد میرا ولی ہے۔

نسیمہ۔ جمیل نے کبھی یہ نہیں کہا کہ اس کا کوئی بڑا بھائی بھی ہے۔

پروین۔ افسوس ہے کہ مدت سے ان دونوں کے تعلقات اچھے نہیں تھے۔

نسیمہ۔ تم نے ایک بوجھ میرے دل پر سے اتار دیا۔ مجھے اسی بات کی وجہ سے تشویش تھی اور یہی بات ہماری دوستی کے لئے خطرناک تھی۔ کیا تم کو اطمینان ہے کہ تمہارا ولی جمیل نہیں ہے؟

پروین۔ بالکل اطمینان ہے (دبی زبان سے) بلکہ اب میں اُسی کی ہونے والی ہوں۔

نسیمہ۔ کیا کہا؟

پروین۔ بہن! تم سے کیا پردہ ہے۔ ہمارا دیہاتی اخبار آئندہ ہفتے یہ خبر شائع کرے گا کہ میں جمیل سے منسوب ہو گئی ہوں۔

نسیمہ۔ پروین پیاری! تم غلطی پر ہو۔ جمیل سے میں منسوب ہو چکی ہوں اور ہفتے کے روز شہر کے اخبارات یہ خبر شائع کریں گے کہ ہم دونوں کی منگنی ہو چکی ہے۔

پروین۔ مجھے یقین ہے تم غلطی پر ہو۔ دس منٹ پہلے جمیل نے مجھ سے باقاعدہ

اظہار محبت کیا ہے۔ (اپنی ڈائری دکھاتی ہے)

نسیمہ۔ (ڈائری دیکھ کر) بڑے تعجب کی بات ہے۔ اس نے کل ہی مجھ سے باقاعدہ اظہار محبت کیا ہے۔ یہ دیکھو! (اپنی ڈائری پیش کرتی ہے) میں ہمیشہ ڈائری ساتھ رکھتی ہوں۔ کیونکہ سفر میں ہمیشہ جذبات کو ابھارنے والی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ پروین پیاری! میری ڈائری پڑھ کر تم کو افسوس ہوگا مگر مجبوری ہے کہ میرا حق زیادہ ہے۔

پروین۔ (اندوہگین آواز میں) کن مصیبتوں میں پیارا جمیل گھرا ہوا ہے، مگر میں شادی ہونے کے بعد بھی اس کو ملامت نہیں کروں گی۔

نسیمہ۔ پروین! کیا تم یہ حقارت آمیز جملے میرے متعلق استعمال کر رہی ہو؟ یہ بڑی بداخلاقی ہے۔

پروین۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں نے زبردستی جمیل کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے تم کو ایسا سمجھنے کا حق نہیں ہے۔ یہ موقع ظاہرداری کا نہیں۔

نسیمہ۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے لئے کوئی تکلیف دہ بات نہیں ہے۔ ہم دونوں کی اخلاقی حالت مختلف ہے۔

(جمن چائے کی کشتی لاتا ہے)

جمن۔ چائے تیار ہے۔

پروین۔ رکھو۔

(جمن میز پر چائے لگاتا ہے اور پروین و نسیمہ ایک دوسرے کو گھورتی ہیں)

نسیمہ۔ کیا یہاں کوئی فرحت بخش تفریح گاہ بھی ہے؟

پروین۔ بہت سی ہیں۔ سامنے کی پہاڑی پر چڑھنے سے پانچ چھ میل کا منظر نظر آتا ہے۔

نسیمہ۔ پانچ چھ میل دور کا منظر کیا فرحت بخش ہو سکتا ہے۔

پروین (ہنس کر) اسی واسطے تو آپ شہر میں رہتی ہیں۔

(ہونٹ چبانے لگتی ہے)

نسیمہ۔ (اطراف دیکھ کر) پروین! یہ تمہارا باغیچہ تو بہت آراستہ ہے۔

پروین۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم اسے پسند کرتی ہو۔

نسیمہ۔ مجھے امید نہ تھی کہ دیہات میں ایسے خوبصورت پھول نظر آئیں گے۔

پروین۔ یہاں پھول اتنے ہی زیادہ ہیں جتنے شہر میں آدمی ہیں۔

نسیمہ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ دیہات میں کس طرح زندگی بسر کرتے

ہیں۔ میرے لئے تو زندگی عذاب ہو جائے گی۔

پروین۔ اسی لئے تو زراعت کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے اور امیر لوگ تکلیف میں مبتلا ہیں۔ کیا تمہارے لئے چائے بناؤں؟

نسیمہ (بناوٹ سے) شکریہ (منہ پھیر کر) قابلِ نفرت لڑکی اس وقت مجھے چائے کی ضرورت بھی ہے۔

پروین (طنز سے) شکریہ!

نسیمہ (تکبّر سے) شکریہ کا استعمال آج کل متروک ہے۔

پروین (غصّے سے گھورتی ہوئی اُس کی پیالی میں چار پانچ چمچے شکر جھونک دیتی ہے) تم کیک بسکٹ کھاؤ گی یا مکھّن روٹی؟

نسیمہ مکھّن منگواؤ، آج کل کیک کا استعمال مہذّب طبقے میں نہیں ہوتا۔

پروین (کیک کا ایک بڑا سا ٹکڑا کاٹ کر جمن کو دے دیتی ہے) بیگم صاحبہ کے سامنے رکھو۔

(جمن کیک کی طشتری نسیمہ کے سامنے رکھ کر چلا جاتا ہے نسیمہ جونہی دیکھتی ہے غصّے سے کھڑی ہو جاتی ہے)

نسیمہ تم نے میری پیالی شکر سے بھر دی۔ پھر بجائے مکھّن کے کیک دے دیا

میں اپنی غیر معمولی رحم دلی کی وجہ سے معاف کر رہی ہوں۔ مگر پروین
تم حد سے بڑھتی جا رہی ہو۔

پروین۔ اپنے معصوم اور سادہ دل جمیل کو بچانے کے لئے میں کوشش کرتی جاؤں گی۔

نسیمہ۔ میں پہلے ہی سمجھ چکی تھی کہ تم فریبی ہو۔ میں کبھی دھوکا نہیں کھا سکتی پہلی بار جو خیال میں قائم کر لیتی ہوں وہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔

پروین۔ نسیمہ بیگم صاحبہ! آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ آپ کو اور بھی کہیں جانا ہے۔

(امجد آتا ہے)

نسیمہ۔ (امجد کو دیکھ کر) جمیل!

امجد۔ میری جان! (منہ چوم لیتا ہے)

نسیمہ۔ (پیچھے ہٹ کر) ایک لمحے کے لئے ٹھہرو۔ کیا میں یہ پوچھ سکتی ہوں کہ تم اس لڑکی سے منسوب ہو چکے ہو اور اس سے شادی کرنے والے ہو؟

امجد۔ (ہنستے ہوئے) پروین کے ساتھ؟ تمہارے چھوٹے سے دماغ میں یہ خیال کس طرح آیا؟

نسیمہ۔ شکریہ! اب تم کو اجازت ہے۔

پروین (بڑی ہی سریلی آواز میں) نسیمہ! میں سمجھتی ہوں تم بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ یہ شخص جس کا ہاتھ تمہاری کمر کے اطراف ہے جمیل نہیں۔ یہی تو میرے چچا اور ولی امجد ہیں۔

نسیمہ۔ کیا کہا؟ پھر کہو۔

پروین۔ یہ چچا امجد ہیں۔

نسیمہ۔ (پیچھے ہٹ کر) ایں، امجد؟

(متین آتا ہے اور بغیر کسی کو دیکھے پروین کا منہ چوم لیتا ہے)

پروین۔ (پیچھے ہٹ کر) جمیل ایک لمحے کیلئے ٹھہرو۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم اس لڑکی سے شادی کرنے والے ہو؟

متین (ہنس کر) تمہارے خوبصورت مختصر سے دماغ میں یہ خیال کیسے پیدا ہوا؟

پروین۔ شکریہ؛ اب تم کو اجازت ہے۔

نسیمہ۔ مجھے یقین تھا کہ تم غلط فہمی میں مبتلا ہو۔ یہ جو تم کو گلے لگائے کھڑا ہے میرا خالہ زاد بھائی متین ہے۔

پروین۔ (ہٹ کر) متین؟

(دونوں لڑکیاں ایک طرف ہو کر ایک دوسری کی کمر میں
ہاتھ ڈال کر کھڑی ہو جاتی ہیں)

پروین۔ کیا تم متین ہو؟

متین۔ میں اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

نسیمہ۔ تمہارا نام امجد ہے؟

امجد۔ میں چاہوں تو اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ مگر برسوں سے میرا
یہی نام ہے۔

نسیمہ۔ غریب پروین!

پروین۔ بے چاری نسیمہ! اب تو ہم ایک دوسرے کی بہنیں ہیں نا؟

(دونوں آپس میں گلے ملتی ہیں اور یہ دیکھ کر امجد اور
متین ٹہلنے لگتے ہیں)

پروین۔ چچا جان! مجھے ایک سوال کرنا ہے:

نسیمہ۔ بڑا اچھا خیال ہے۔ میں صرف ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔ امجد! مجھے
بتاؤ، تمہارا بھائی جمیل کہاں ہے؟ ہم دونوں اسی جمیل سے منسوب ہیں۔

امجد۔ نسیمہ۔۔۔۔ پروین۔۔۔۔۔ صحیح واقعہ بیان کرنا بہت تکلیف دہ

ہے .... آج عمر بھر میں پہلی دفعہ میں اس تکلیف دہ حالت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے ان باتوں کا مطلق تجربہ نہیں ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔ نہ تو پہلے تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ رہے گا۔ یہ محض ایک دھوکا تھا۔

پروین۔ آپ کا کوئی بھائی نہیں ؟

امجد۔ مطلق نہیں۔

نسیمہ۔ تمہارا کوئی بھائی نہیں ؟

امجد۔ قطعاً نہیں۔

نسیمہ۔ پروین ! اب یہ بات بالکل صاف ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی کسی سے منسوب نہیں ہے۔

پروین۔ ایک نوجوان لڑکی کے لئے یہ بات خوشی کا سبب نہیں بن سکتی تمہارا کیا خیال ہے نسیمہ !

نسیمہ۔ چلو مکان میں چلیں۔ یہ لوگ ہمارا تعاقب نہیں کر سکتے۔

پروین۔ مرد بہت ڈرپوک ہوتے ہیں۔

(دونوں لڑکیاں حقارت آمیز نظروں سے امجد اور متین

کو دیکھتی ہوئی مکان میں چلی جاتی ہیں)

امجد۔ اسی خوفناک بات کو تم بن بیرنگ کہتے ہو؟

متین۔ کس قدر حیرت انگیز بن بیرنگ ہے۔ میں نے اپنی عمر میں اس سے بڑھ کر کوئی بن بیرنگ نہیں دیکھی۔

امجد۔ کیا تمہیں یہاں بن بیرنگ کرنے کا کوئی حق حاصل ہے؟

متین۔ یہ ایک بیہودہ بات ہے۔ ہر شخص جہاں چاہے بن بیرنگ کر سکتا ہے ہر ایک بن بیرسٹ اس سے واقف ہے۔

امجد۔ ہر ایک بن بیرسٹ؟

متین۔ ہاں بن بیرسٹ، اگر کوئی شخص زندگی کا لطف اٹھانا چاہتا ہے تو اسے متانت سے کام لینا چاہیئے۔ ایک زمانے میں بن بیرنگ کے متعلق میں بھی بہت سنجیدہ تھا۔ اب تم اس قدر سنجیدہ نہ بنو۔

امجد۔ میرے لئے بس اتنی ہی خوشی کافی ہے کہ تمہارے دوست بندر ابن کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ متین! اب تم جب چاہو دیہات کو نہیں جا سکتے یہ بڑی اچھی بات ہے۔

متین۔ امجد! تمہارے بھائی جمیل کی قلعی بھی تو کھل گئی۔ اب تم جب جی

چاہیے جمیل کے بہانے شہر نہیں جاسکتے - یہ بھی اچھا ہی ہوا۔

امجد۔ پروین صاحبزادی سے تمہارا جو برتاؤ ہے اُس کے بارے میں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ایک دلفریب، سادگی پسند اور معصوم لڑکی کا اغوا کرنے کی کوشش کرنا ناقابلِ معافی جرم ہے ..... تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ میرے زیرِ حفاظت ہے۔

متین۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایک نوجوان روشن خیال لڑکی نسیمہ کو دھوکا دینے کا حق تمہیں کیا ہے۔ تمہیں بھی یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ میری بہن ہے اور میرے زیر حفاظت ہے۔

امجد۔ مجھے اُس سے محبّت ہے اور میں نسیمہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں بس اتنی سی بات ہے۔

متین۔ مجھے بھی پروین سے محبّت ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ بس بات اتنی ہی ہے۔

امجد۔ تم پروین سے شادی کی توقع نہ رکھو۔

متین۔ اور تم بھی نسیمہ سے شادی کی امید نہ رکھو۔

امجد۔ تم کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے۔

منٹین۔ اگر مجھے حق نہ ہوتا تو میں نہ کہتا۔

(میز پر سے سموسہ اٹھا کر کھانے لگتا ہے)

کسی کے فرائض اور ذمہ داریوں کے متعلق کھانے پر گفتگو نہیں کی جاتی چائے کی میز پر تو ہلکی پھلکی خوشگوار باتیں کرنا چاہئیں۔

امجد۔ اس پریشانی اور خوفناک مصیبت میں بھی تم کو کھانے کی سوجھ رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے پہلو میں دل ہی نہیں ہے۔

منٹین۔ (غصے سے) کھانا کھاتے وقت طیش میں لانے والی باتیں نہیں کیا کرتے۔ میں بھی غصے میں بکنے لگوں تو میرے کپڑے ستیاناس ہو جائیں گے۔ کھانا کھاتے وقت لطیف گفتگو ہونا چاہئے۔

امجد۔ موجودہ حالت میں تمہارا اس بے تحاشا طریقے سے کھانا یہ ثابت کر رہا ہے کہ تمہارے پہلو میں دل ہی نہیں ہے۔ تمہیں صرف معدہ دیا گیا ہے

منٹین۔ جب میں مصیبت یا پریشانی میں مبتلا ہوتا ہوں تو ہر چیز سے پرہیز کرتا ہوں سوائے شراب اور کھانے کے۔ تمہیں میری یہ عادت میرے نوکروں سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اب جب کہ میں پریشانی میں مبتلا ہوں تو اس کو صرف کھانے سے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

تم بڑے چغد ہو۔ دل اور معدہ الگ الگ چیزیں ہیں۔ ایک کا تعلق جذبات اور حسیات سے ہے اور دوسرے کا ضروریات اور حوائج سے۔ اور پھر انسان کے جذبات و احساسات اسی وقت مکمل طور پر ابھرتے ہیں، جب کہ پیٹ بھرا ہوا ہو۔ تم نے یہ کہاوت نہیں سنی۔

بھوک لگی تندور کی سوجھی

پیٹ بھرا اور دُور کی سوجھی

سعدی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ دمشق میں جب قحط پڑا اور کھانے کو کچھ نہ ملا، تو ساری عشق و عاشقی دھری رہ گئی۔ لوگوں نے دل کو بھلا دیا صرف پیٹ پوجا کی فکر کرنے لگے ؎

کہ یاراں فراموش کردند عشق

امجد۔ یہ خوب رہی۔ تم بحث مباحثہ بھی کرتے جاتے ہو اور کھا بھی رہے ہو اور میں صرف باتوں میں لگا ہوا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے ہی گھر پر بے تکلفی سے کھایا کرے۔ دوسروں کے گھر پر اس بیہودگی سے کھانا معیوب ہے۔

متین۔ ابھی تو تم یہ کہہ رہے تھے کہ سموسے کھانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ پہلو میں

دل ہی نہیں۔ اس لئے میں بہت ہی بے دلی سے کھا رہا تھا۔

امجد۔ میں نے تو صرف تمہارے کھانے پر نکتہ چینی کی تھی مگر تم ہو کہ بڑی ہی بے جگری سے کھا رہے ہو۔

متین۔ تم نے بھی وہی عام غلطی کی۔ عوام دل اور جگر کو ایک ہی سمجھتے ہیں یہ بڑی غلطی ہے۔ تم کو تو اس غلطی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے دل الگ ہے اور جگر جدا ہے۔

امجد۔ مگر سموسے وہی ہیں (سموسوں کی قاب اٹھا لیتا ہے)

متین۔ یہ بالکل صحیح ہے (امجد کے ہاتھ سے سموسوں کی قاب لے لیتا ہے)

امجد۔ متین! خدا کے واسطے تم چلے جاؤ۔

متین۔ چلا جاؤں؟ مگر جب تک تم ایک اچھا سا ڈنر نہ کھلاؤ جانے سے متعلق کہنے کا تمہیں حق نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مجھے شام کو وکیل سے مل کر نام کی تبدیلی کی کارروائی بھی کرنی ہے۔

امجد۔ پیارے دوست! تم اس خیال ہی کو دماغ سے دور کر دو۔ آج ساڑھے پانچ بجے میں اپنے نام کی تبدیلی کے کاغذات پر دستخط کر رہا ہوں۔ کارروائی مکمل ہو چکی ہے۔ نسیمہ چاہتی ہے کہ میرا نام

جمیل رہے۔ ہم دونوں ایک ہی نام اختیار نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں میری نام رکھائی ہوئی ہے اور نہ عقیقہ۔ اور اگر ہوا بھی ہو تو میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنا نام بدلنے میں حق بجانب ہوں۔ میرا موجودہ نام الل ٹپ رکھ دیا گیا ہے۔ تمہارا معاملہ مجھ سے جدا ہے۔ تمہاری نام رکھائی باقاعدہ ہوئی ہے۔ تمہارے بزرگوں نے تمہارا نام رکھا ہے۔ اس لئے تم اس جھنجھٹ میں نہ پڑو۔

متین۔ مگر مدّت ہوئی اس رسم کی تجدید نہیں ہوئی ہے۔

امجد۔ ایسی رسمیں زندگی میں ایک بار ہی ہوتی ہیں بار بار نہیں۔

متین۔ تمہارا بھائی سردی کی شدّت سے مر چکا ہے۔ تم اس کے سوگ میں ہو۔ سوگواری کے زمانے میں اس قسم کی رسمیں نہیں کی جاتیں۔

امجد۔ اب جب کہ حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے یہ سوال ہی مہمل ہے۔

متین۔ چھوٹے بھائی کا سوگ کم از کم ہفتہ دو ہفتے تو ضرور ہونا چاہیئے۔

امجد۔ یہ ایک بیہودگی ہے (سموسوں کی قاب اٹھانے لگتا ہے)

متین۔ تم سموسے نہ کھاؤ تو بہتر ہے۔ اس میں صرف دو ہی رہ گئے ہیں۔ انہیں میرے لئے چھوڑ دو۔ میں نے پہلے بھی کہہ دیا ہے کہ مجھے سموسے

بہت مرغوب ہیں۔

امجد۔ مگر مجھے کیک سے نفرت ہے۔ پھر میں کیا کھاؤں؟

منین۔ چائے پر کیک رکھے ہی کیوں جاتے ہیں جب کہ صاحبِ خانہ کو اس سے نفرت ہے۔ تم نے اپنی ناپسندیدہ چیزیں مہمانوں کے آگے رکھنے کی اجازت کیوں دی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ مہمان داری کے سلسلہ میں تم اتنے غیر مہذب کیوں بن گئے۔

امجد۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تم چلے جاؤ۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ تم جاتے کیوں نہیں؟

منین۔ میں نے ابھی چائے بھی ختم نہیں کی ہے۔ ایک سموسہ بھی تو باقی ہے۔

(امجد دانت پیسنے لگتا ہے اور منین انجان بن کر چائے بناتا ہے)

پردہ

تیسرا ایکٹ

شجاعت منزل

نسیمہ اور پروین کھڑکی کے پاس کھڑی ہو کر خانہ باغ کا نظارہ کر رہی ہیں

نسیمہ۔ ان دونوں میں سے کسی نے بھی ہمارا پیچھا نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اپنی حرکت پر شرمندہ ہیں۔

پروین۔ وہ سموسے کھا رہے ہیں اور سموسے کھانا شرمندگی کی علامت ہے۔

نسیمہ۔ خوب! سموسے نہ ہوئے کھسیانی بلی کا کھمبا ہوا۔ تم کھانس سکتی ہو۔

پروین۔ مجھے کھانسی نہیں ہے۔

نسیمہ۔ نہیں، اب کھانسنے کی ضرورت نہیں وہ خود ہماری طرف دیکھ رہے ہیں اور یہ بڑی بے شرمی ہے۔

پروین۔ مگر وہ تو اسی طرف آ رہے ہیں۔ اس سے تو اُن کی راست بازی ظاہر ہوتی ہے۔

نسیمہ۔ ہمیں تمکنت آمیز خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔

پروین۔ یہ موقع ہی ایسا ہے کہ اپنا وقار قائم کیا جائے۔

(امجد اور متین خوفناک سیٹی بجاتے ہوئے آتے ہیں)

نسیمہ۔ مگر ہماری خاموشی کا اثر الٹا ہو رہا ہے۔

پروین۔ بالکل ناگوار۔

نسیمہ۔ بولنے میں ہمیں پہل نہ کرنی چاہئے۔

پروین۔ یقیناً۔

نسیمہ۔ امجد! مجھے تم سے ایک سوال کرنا ہے اس کے جواب پر سب کچھ منحصر ہے۔

پروین۔ نسیمہ! تمہاری ذکاوت بے مثل ہے۔ یقیناً ایک ہی سوال کافی ہے

اچھا متین! یہ بتاؤ تم نے اپنے آپ کو میرے ولی کا بھائی کیوں ظاہر کیا؟

متین۔ اس لئے کہ تم سے ملاقات کر سکوں۔

پروین۔ کیوں نسیمہ! یہ جواب تسلی بخش ہے نا؟

نسیمہ۔ یقیناً، بشرطیکہ تم اس پر اعتماد کرو۔

پروین۔ مجھے اعتماد تو نہیں ہے مگر جواب کی خوبی پر اس بے اعتمادی کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

نسیمہ۔ ان معاملوں میں طرزِ گفتگو ہی کو دیکھا جاتا ہے خلوص کو نہیں۔ ہاں امجد! تم نے جو اپنا ایک بھائی بنا رکھا تھا، اس کا جواب تمہارے پاس کیا ہے؟ شاید یہی کہ تم اس بہانے شہر جایا کرو۔

امجد۔ تو کیا تم کو اس میں کچھ شبہ ہے؟

نسیمہ۔ مجھے بے حد شبہ ہے جسے میں دور کرنا چاہتی ہوں (پروین کیطرف دیکھ کر) ان لوگوں کے جواب بہت معقول ہیں۔ خصوصاً امجد کا جواب جس میں کچھ سچائی بھی ہے۔

امجد۔ متین کا جواب بھی سیدھا سادہ ہے مجھے تو اس سے تسلّی ہو گئی۔

نسیمہ۔ تو پھر تم چاہتی ہو کہ انہیں معاف کر دیا جائے۔

پروین۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔

نسیمہ۔ ٹھیک ہے میں بھول رہی تھی۔ چند اصول درمیان میں حائل ہیں۔
جنہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مگر یہ بات کہے گا کون۔ کیونکہ
یہ ناخوشگوار فریضہ ہے۔

پروین۔ ہم دونوں ایک ساتھ کیوں نہ کہیں۔

نسیمہ۔ بہت اچھا خیال ہے۔ مجھے دوسروں کے ساتھ مل کر کہنے کی عادت
بھی ہے۔ تم میرا ساتھ دو گی؟

پروین۔ یقیناً۔

نسیمہ اور پروین (مل کر بولتے ہیں) تم دونوں کا نام رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

امجد اور متین (مل کر بولتے ہیں) ہم دونوں آج ہی شام اپنے نام
بدل رہے ہیں۔

نسیمہ۔ امجد! کیا تم میری خاطر نام بدل رہے ہو؟

امجد۔ فقط تمہاری خاطر۔

نسیمہ۔ مرد اور عورت کے ایثار کے متعلق بہت کچھ کہا جاتا ہے مگر جب

ذاتی ایثار کا سوال پیدا ہوتا ہے تو مرد ہم سے بڑھ جاتے ہیں۔

امجد: یہ بالکل صحیح ہے۔

پروین۔ ان لوگوں کو ایثار کرنے کا موقع مل گیا اور ہمیں نہ مل سکا۔

(جمن اپنی آمد کی اطلاع کے طور پر

کھانستا ہوا آتا ہے)

جمن۔ بیگم شاہ ناز تشریف لا رہی ہیں۔

امجد۔ خدا خیر کرے۔

(بیگم کے کمرے میں داخل ہوتے ہی

سب منتشر ہو جاتے ہیں)

بیگم۔ نسیمہ! اس کا کیا مطلب ہے؟

نسیمہ۔ کچھ بھی نہیں۔ میں جمیل کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں۔

بیگم۔ (غصّے کو ضبط کرتے ہوئے) ادھر آؤ، یہاں بیٹھو۔ اس قسم کی باتیں جسمانی کمزوری اور اعصابی بیماری کی علامت ہیں (امجد سے مخاطب ہو کر) مجھے اپنی لڑکی کے یک بیک فرار ہونے کا حال معلوم کر کے بڑی پریشانی ہوئی اور ایک خراب سی بس میں سوار ہو کر آنا پڑا۔

میں نے اس کے بدنصیب باپ کو یہ باور کرایا ہے کہ نسیمہ لیکچر سننے کے لئے یونیورسٹی گئی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے جو مجھے اپنے شوہر سے جھوٹ بولنا پڑا۔ میں آج کہے دیتی ہوں کہ تمہیں میری بیٹی سے آئندہ خط و کتابت نہیں کرنی چاہیئے۔ اس بارے میں میں بہت سخت ہوں۔

امجد۔ نسیمہ مجھ سے شادی کا اقرار کر چکی ہے۔

بیگم۔ نہیں۔ نسیمہ کو اس قسم کے اقرار کا کوئی حق نہیں ہے (متین سے مخاطب ہو کر) کیا تمہارا مریض دوست یہیں رہتا ہے؟

متین۔ نہیں، وہ یہاں نہیں رہتا۔ مگر خالہ جان درحقیقت وہ کہیں بھی نہیں رہتا کیوں کہ وہ مر چکا ہے۔

بیگم۔ مر گیا؟ کس مرض سے انتقال ہوا؟ کیا اچانک موت واقع ہوئی۔

متین۔ آج ہی دوپہر میں اچانک حرکتِ قلب بند ہو گئی۔

بیگم۔ آخر موت کس مرض سے واقع ہوئی؟

متین۔ یہ ظاہر نہ ہو سکا۔ یوں تو وہ مدت سے بیمار تھا۔

بیگم۔ شاید وہ کسی انقلابی جماعت کا رکن ہوگا جس کی وجہ سے اسے
زہر دیا گیا۔ اگر ایسا ہوا تو بے وقوفی کی سزا ملی۔

متین۔ خالہ جان دراصل وہ مردہ پایا گیا۔

بیگم۔ خیر جب وہ ختم ہو چکا ہے تو اس کے بارے میں بات چیت ہی
فضول ہے۔ جمیل صاحب! کیا میں یہ پوچھ سکتی ہوں کہ یہ نوجوان
لڑکی جو متین کے قریب کھڑی ہوئی ہے کون ہے؟

امجد۔ یہ نواب شجاعت علی خان بہادر کی صاحبزادی ہیں۔ شاہ نگر جاگیر
کی وارث ہیں۔ میں انہیں کا ولی ہوں

متین۔ خالہ جان! ان سے میری شادی ہونے والی ہے۔

بیگم۔ خدا کی پناہ! شاہ نگر کی آب و ہوا ہی برانگیختہ کرنے والی ہے۔
غالباً یہاں شادی کے جراثیم پھوٹ پڑے ہیں۔ جمیل صاحب! ان
صاحبزادی سے متعلق میں کچھ پوچھ سکتی ہوں؟ یہ تو بتائیے ان کا
تعلق کسی ہائنڈ بیگ سے تو نہیں ہے۔ میں صرف واقفیت کے لئے
پوچھ رہی ہوں کیونکہ بعض بچے اسی طرح ہی پیدا ہوتے ہیں۔

امجد۔ (غصے سے) یہ صاحبزادی نواب امتیاز الدولہ منتظم جنگ جاگیردار

کی پوتی ہیں۔

بیگم۔ جواب تو تسلّی بخش ہے مگر اس کا ثبوت بھی ہے؟

امجد۔ سرکاری کاغذات، خاندانی شجرہ سبھی کچھ موجود ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ آپ دیکھ سکتی ہیں۔

بیگم۔ مگر غیر متعلق لوگ بھی تو کاغذات حاصل کر سکتے ہیں۔

امجد۔ اس خاندان کے سینکڑوں افراد ابھی شہر میں موجود ہیں۔

بیگم۔ خیر، میں ان باتوں پر اعتماد کر سکتی ہوں۔

امجد۔ بیگم صاحب! میرے پاس اس خاندان کے متعلق لاکھوں تحریری اور اسنادی شہادتیں موجود ہیں۔

بیگم۔ خیر، مگر مجھے جانے کی جلدی ہے البتہ یہ بتائیے کہ صاحبزادی کی کچھ جائیداد بھی ہے؟

امجد۔ صاحبزادی کی جاگیر کی آمدنی بیس ہزار روپیہ سالانہ ہے جس کی وہ بلا شرکت غیرے مالک ہیں اور تقریباً اڑھائی لاکھ روپیہ بنک میں محفوظ ہے۔ خیر، خدا حافظ، تشریف لے جایئے، مجھے آپ کے آنے کی بڑی مسرّت ہے۔

بیگم۔ (اطمینان سے پھیل کر بیٹھ جاتی ہے) اڑھائی لاکھ نقد اور بیس ہزار محاصل کی جاگیر۔ خوب، یہ تو بڑی حسین لڑکی ہے۔ اس میں تو بڑی اچھی صفات نظر آتی ہیں۔ ایسی لڑکیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ اس ترقی یافتہ زمانے میں اس سادگی اور معصومیت سے رہنا شرافت ظاہر کرتا ہے۔ ادھر آؤ بی بی! تمہارا سادہ اور معمولی لباس تو مجھے نہیں بھاتا۔ ایک مشاطہ کی ضرورت ہے جو تمہیں نئے انداز میں ڈھال دے۔ میں نے ایک اچھی مشاطہ پرسوں ہی بیگم اکرام الدولہ کے پاس بھجوائی ہے۔ جس نے بیگم کو ایسا بدل دیا ہے کہ اب پہچانی نہیں جاتیں۔

امجد۔ (منہ پھیر کر) چند دنوں کے بعد شوہر بھی نہ پہچان سکے گا۔

بیگم۔ (امجد کی طرف غصّے سے دیکھ کر) پروین صاحبزادی! تم بڑی دلفریب ہو۔ اچھا ذرا ترچھی کھڑی ہو جاؤ۔ ہاں ہاں، بس خوب! تمہاری یک رخی تصویر بڑی اچھی ہوگی۔ افسوس ہے ہم لوگ تناسب پر زیادہ دھیان نہیں دیتے۔ متین میاں!

متین۔ جی خالہ جان!

بیگم۔ صاحبزادی میں چند خاص خوبیاں ہیں۔

متین۔ جی ہاں، مجھے معلوم ہے مگر مجھے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔

بیگم۔ تمہیں اس بے ڈھنگے پن سے بات نہیں کرنی چاہئے۔ (پروین سے) پیاری بچّی! تم جانتی ہو کہ متین کی آمدنی کا ذریعہ صرف قرضہ ہے۔ اس کی جائیداد بہت ہی کم ہے۔ میں دھوکا دے کر شادی کرنے کے خلاف ہوں۔ جب میں نے نواب لیاقت علی خاں سے شادی کی ہے اس وقت میرے پاس دولت نہ تھی لیکن ہم لوگوں نے مال و دولت کی پرواہ نہیں کی۔ اور ان چیزوں کو اپنی خوشی کے راستے میں حائل ہونے نہ دیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ شریفوں کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔

متین۔ شکریہ! خالہ جان۔

پروین۔ بیگم صاحبہ! آپ کا شکریہ

بیگم۔ آئندہ سے تم مجھے خالہ کہا کرو۔

پروین۔ شکریہ خالہ جان!

بیگم۔ میں بہت صاف گو ہوں اور شادی کے متعلق میری رائے یہ ہے کہ اسے زیادہ دنوں تک ملتوی نہ رکھنا چاہئے۔ منگنی کے بعد زیادہ

مدّت گذر جائے تو طرفین ایک دوسرے کی بُرائیاں ڈھونڈنے لگتے ہیں اور یہ بالکل نامناسب طریقہ ہے۔ کیوں، جمیل صاحب!

امجد۔ مگر بیگم صاحبہ! یہ باتیں قبل از وقت ہیں۔ میں ان کا ولی ہوں۔ یہ قبل بلوغ شادی نہیں کر سکتیں۔ اور انہیں قانوناً بالغ ہونے میں ابھی مدّت درکار ہے۔ میں شادی کی اجازت نہیں دیتا۔

بیگم۔ کیوں اجازت نہیں دیتے۔ آخر بات کیا ہے؟ متین ایک مہذب اور تعلیم یافتہ نوجوان ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے۔

امجد۔ بیگم صاحبہ! آپ کے بھانجے کے متعلق میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس کی اخلاقی حالت قابل اعتراض ہے اور وہ بڑا اچھوتا ہے

(متین اور پروین تعجب اور غصّے سے امجد کو دیکھتے ہیں)

بیگم۔ ہا ہیں! یہ تم کس کے متعلق کہہ رہے ہو؟ متین آکسفورڈ کا گریجویٹ اور نہایت ہی تربیت یافتہ جوان ہے۔ تم غلط الزام لگا رہے ہو۔

امجد۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل صحیح ہے۔ آج دوپہر کو جب کہ میں گھر پر موجود نہ تھا۔ اس نے اپنے آپ کو میرا چھوٹا بھائی ظاہر کیا اور میرے مکان میں داخل ہو کر قیام بھی کیا اور اب تک موجود ہے۔

ایک فرضی نام جمیل اختیار کر کے اس نے میری بہترین شراب کا ایک پن ختم کر دیا ہے۔ اس نے پروین کو بھی لبھا لیا ہے۔ ابھی ابھی اس نے میز پر کی ساری لقمیاں کھا لیں۔ آپ جانتی ہیں کہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے اور منیزہ سے میری کوئی قرابت نہیں۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ آپ کا بھانجا جھوٹا ہے یا نہیں؟

بیگم۔ (کھانستے ہوئے) جمیل صاحب! بے تکلف دوستوں میں ایسا مزاح ہوتا ہے۔ اس دل لگی کو تو نظر انداز کر دینا چاہیئے۔

امجد۔ مگر میں اجازت قطعاً نہیں دوں گا۔

بیگم۔ (پروین سے) پیاری بچی! ادھر آؤ، تمہاری عمر کیا ہے؟

پروین۔ صرف اٹھارہ سال مگر جہاں کہیں میں دعوت میں جاتی ہوں، تو اپنے آپ کو بیس سالہ ظاہر کرتی ہوں۔

بیگم۔ ہاں ہاں، اتنی کمی زیادتی تو کرنا ہی چاہیئے۔ دراصل کسی عورت کو بھی صحیح عمر ظاہر نہ کرنی چاہیئے (کچھ سوچتے ہوئے) بیس سالہ عمر ظاہر کی جاتی ہے۔ خیر، تم بہت جلد ولایت کی رکاوٹوں سے نجات حاصل کر لو گی۔

امجد۔ (قطع کلام کر کے) بیگم صاحبہ! معاف فرمائیے ان کے دادا کی وصیت کے بموجب ان کی عمر پچیس سال ہونے تک میں ان کا ولی رہوں گا وصیت نامہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

بیگم۔ میرے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بیس سال کے بعد لڑکی عورت بن جاتی ہے۔ اپنا بُرا بھلا سمجھ سکتی ہے۔ پھر پچیس سال کی شرط انہوں نے کیوں لگا دی۔ یہ ایک بیہودگی ہے۔ خیر چند سال انتظار کرنا ہی مناسب ہے۔ اس سے جائیداد میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

پروین۔ متین! کیا تم میری عمر پچیس سال ہونے تک انتظار کرو گے؟

متین۔ یقیناً انتظار کروں گا۔

پروین۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ تم انتظار کرو گے۔ میں تو پانچ منٹ بھی انتظار نہیں کر سکتی۔ وقت کی پابندی کی مجھے عادت نہیں۔ مگر میں چاہتی ہوں کہ دوسرے لوگ وقت کی پابندی کیا کریں مگر شادی کے معاملہ میں انتظار کرنا ہی بُری بات ہے۔

بیگم۔ جمیل میاں! پروین صاحبزادی پچیس سال تک انتظار نہیں کر سکتیں۔

اس لئے تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرو تو بہتر ہے۔

امجد۔ مگر خالہ جان! یہ معاملہ تو آپ ہی کی نظر ثانی کا محتاج ہے جس وقت آپ مجھے نسیمہ کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دیں گی اسی وقت میں بھی آپ کے بھانجے کی شادی کی اجازت دوں گا۔

بیگم۔ (اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے) اِس شادی سے اُس شادی کا کیا تعلق ہے۔ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔

امجد۔ تو پھر ہم دونوں کنوارے ہی مریں گے۔

بیگم۔ مگر نسیمہ کی قسمت میں خدانخواستہ ایسا نہیں لکھا ہے متین اگر چاہے تو ایسا کر سکتا ہے (گھڑی دیکھ کر) پیاری نسیمہ! چلو پانچ بجے کی گاڑی تو جا چکی۔ کم از کم چھ بجے کی گاڑی سے چلیں گے اور اگر یہ بھی نہ ملے تو پلیٹ فارم ناپتے پھرنا پڑے گا۔

(عبدالقدوس آتے ہیں)

عبدالقدوس۔ السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امجد۔ وعلیکمُ السلام۔

عبدالقدوس۔ امجد صاحب! وکیل صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

بیگم۔ کیوں؟ وکیل کیوں انتظار کر رہا ہے۔

عبدالقدوس۔ اس لئے کہ یہ دونوں صاحبان اپنے نام بدل رہے ہیں۔

بیگم۔ اس عمر میں نام رکھائی؟ یہ کیا بیہودگی ہے؟ دونوں ہی بیوقوف بن رہے ہیں۔

عبدالقدوس۔ امجد صاحب! میں وکیل صاحب سے کہہ دوں کہ آپ کو ضرورت نہیں رہی۔

امجد۔ ہم دونوں کے لئے اب یہی مناسب ہے کہ اس خیال ہی کو چھوڑ دیں۔

عبدالقدوس۔ آج کل کے جوانوں کا تلوّن بھی عجیب ہے۔ غضب خدا کا صبح ارادہ کیا دوپہر بدل دیا۔ یہ کتنی کمزوری ہے۔ مرد آدمی کو مستقل مزاج ہونا چاہیئے۔ وہاں خاتون بھی تو بیٹھی ہیں۔

بیگم۔ کون خاتون؟

عبدالقدوس۔ سلیم خاتون۔

بیگم۔ کیا سلیم خاتون؟

عبدالقدوس۔ جی ہاں، محترمہ۔

بیگم۔ ذرا ٹھہرو! ممکن ہے اس عورت کے ملنے سے میرے خاندان کیلئے
مفید نتیجہ نکلے۔ کیا یہ خاتون وہی تو نہیں ہے جو ناکتخدا ہے جس کی
صورت نفرت انگیز ہے اور نہ کچھ پڑھی لکھی ہے۔

عبدالقدوس۔ (غصّے سے) وہ بڑی تعلیم یافتہ اور مہذّب خاتون ہیں۔

بیگم۔ تو پھر وہی مردار ہے۔ کیا وہ تمہاری عورت ہے؟

عبدالقدوس۔ بیگم صاحبہ! میں مجرّد ہوں۔

امجد۔ سلیم خاتون تیس سال سے اسی مکان میں رہتی ہیں۔ وہ بیگم صاحبہ مرحومہ
کے زمانہ سے ہیں اور پروین صاحبزادی کی اتالیقہ ہیں۔

بیگم۔ اُسے بلاؤ، میں ایک نظر دیکھنا چاہتی ہوں۔

عبدالقدوس۔ (باغ کی طرف دیکھ کر) لیجئے وہ خود آ رہی ہیں۔

(سلیم خاتون جلد جلد آتی ہے)

خاتون (عبدالقدوس سے) قاضی صاحب! آپ امجد میاں کو بلانے گیا ئے
یہیں کے ہو گئے۔ میں انتظار کرتے کرتے ....

(باتیں کرتے کرتے بیگم کو دیکھ کر گھبرا جاتی ہے اور
وہاں سے بھاگنے لگتی ہے)

بیگم۔ (تحکمانہ لہجہ میں) سلیم! ادھر آ۔

خاتون۔ (مسکین صورت بنا کر بیگم کے سامنے پہنچ جاتی ہے) جی بیگم!

بیگم۔ بچہ کہاں ہے؟

(سب لوگ پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں

عبدالقدوس اور امجد پیچھے ہٹ جاتے ہیں)

سلیم! اٹھائیس سال ہوئے تو نواب لیاقت علی خاں کی ڈیوڑھی سے بچے کو گاڑی میں بٹھا کر ٹہلانے لے گئی۔ بچہ گاڑی میں سو رہا تھا اور تو دھکیلتی لئے جا رہی تھی۔ اس کے بعد آج تک نہ تیرا پتہ لگا اور نہ بچے کا پولیس نے اسٹیشن کے پاس صرف گاڑی پائی۔ جس میں قلمی ناول کی تین جلدیں تھیں۔

(بیگم یہ کہتے ہوئے غصے سے کانپنے لگتی ہے اور اسے اس

حال میں دیکھ کر سلیم خاتون لرز جاتی ہے)

بتا سلیم! بچہ کہاں ہے؟

خاتون۔ بیگم صاحب! میں خود نہیں جانتی بچہ کہاں ہے۔ میں جب بچے کو گاڑی میں بٹھا کر لے گئی ہوں میرے ساتھ اس وقت میرا ہانڈ بیگ بھی تھا

جس میں میری ناول کے مسوّدے بھی تھے۔ میری قسمت کی خوبی کہ میں نے مسوّدے گاڑی میں چھوڑ دیئے اور بچے کو ہانڈ بیگ میں ڈالدیا

امجد۔ پھر تم نے ہانڈ بیگ کیا کیا؟

خاتون۔ امجد میاں! اس کے متعلق نہ پوچھئے۔

امجد۔ مجھے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ بیگ میں جو بچہ سو رہا تھا وہ کہاں گیا؟

خاتون۔ میں نے ریلوے اسٹیشن کے وٹینگ روم میں ہانڈ بیگ رکھ دیا اور کتاب خریدنے کے لئے بک اسٹال پر گئی۔

امجد۔ کس اسٹیشن پر؟

خاتون۔ شہر کے بڑے اسٹیشن پر۔

امجد۔ میں دو منٹ کے لئے کمرے میں جاتا ہوں۔ آپ سب لوگ یہیں ٹھہریں۔

(جوش کی حالت میں بھاگتا ہوا جاتا ہے)

عبدالقدوس۔ محترمہ بیگم صاحبہ! آپ کا اس واقعے سے کیا تعلق ہے؟

بیگم۔ مولوی جی! بڑے گھرانوں میں ایسے واقعات نہیں ہوتے۔ مگر افسوس

(مکان کے اندر سے سامان پھینکنے کی آوازیں آتی ہیں)

پڑوسن۔ معلوم ہوتا ہے کہ چچا جان بہت جوش میں ہیں۔

عبدالقدوس۔ تمہارے ولی نے بڑی تیز طبیعت پائی ہے۔ مجرد المزاج آدمی ہیں۔

بیگم۔ آوازوں سے معلوم ہوتا ہے کہ توڑ پھوڑ ہو رہی ہے۔ یہ حرکات قابلِ نفرت ہیں۔

عبدالقدوس۔ مگر اب آوازیں کم ہو رہی ہیں۔

بیگم۔ کاش وہ جلد کسی نتیجے پر پہنچ جائے۔

نسیمہ۔ یہ انتظار تو بہت تکلیف دہ ہے۔

(امجد ہاتھ میں ایک سیاہ چمڑے کا بیگ لئے ہوئے آتا ہے)

امجد۔ (خاتون سے) کیا یہی وہ بیگ ہے؟ جواب دینے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لو۔ ایک سے زیادہ آدمیوں کی زندگی کی خوشی اسی جواب پر منحصر ہے۔

خاتون۔ یہ تو میرا ہی بیگ ہے۔ اس پر وہ نشان بھی موجود ہے جو ایک دفعہ گاڑی کے ٹکرانے سے لگا تھا اور چمڑا کٹ گیا تھا۔ تالے پر میرے نام کے حروف S.K. کھدے ہوئے ہیں۔ یہ میرا ہی بیگ ہے۔ اس کے

واپس مل جانے سے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ اس کے نہ ہونے سے مجھے بہت تکلیف تھی۔

امجد۔ (جوش کے ساتھ) خاتون! بیگ کے علاوہ ایک بیش بہا چیز بھی تم کو ملی ہے۔ میں ہی وہ بچہ ہوں جسے تم نے بیگ میں رکھ چھوڑا تھا

خاتون۔ (حیرت سے) ایں! تم؟

امجد۔ (گلے لپٹ کر) ہاں......اماں!.....

خاتون۔ (پیچھے ہٹ کر غصے سے) ہٹو، میں نا کتخدا ہوں۔

امجد۔ مجھے یہ سن کر صدمہ ہوا مگر پشیمانی گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔

(دوبارہ گلے سے پٹنا چاہتا ہے)

خاتون۔ (غضب ناک ہو کر) امجد میاں کیوں دیوانے ہو رہے ہو۔ بیگم سے پوچھو کہ تم کون ہو۔

امجد۔ بیگم صاحبہ! تجسس میری فطرت میں نہیں ہے مگر چونکہ میرا ذاتی معاملہ ہے اس لئے مہربانی کر کے مجھے بتا دیجئے کہ میں کون ہوں؟

بیگم۔ میں جو خبر تمہیں سنانے والی ہوں ممکن ہے کہ تمہارے لئے زیادہ مسرت

انگیز نہ ہو۔ تم میری بدنصیب بہن کے بیٹے اور متین کے بڑے بھائی ہو۔

امجد۔ (بیگم سے لپٹ کر) خالہ جان!

بیگم۔ (آبدیدہ ہو کر) پیارے بیٹے!

امجد۔ (متین سے لپٹ کر) آخر تم میرے چھوٹے بھائی نکلے۔ میں جانتا تھا کہ میرا کوئی چھوٹا بھائی ضرور ہے۔ پروین تم نے دیکھا میرا چھوٹا بھائی موجود ہے (قاضی صاحب سے) یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ خاتون! یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ نسیمہ! دیکھا تم نے میرے بھائی کو۔ متین! تم نے مجھے بہت دق کیا ہے۔

متین۔ بھائی جان! معاف کیجیے! میں نے واقعی آپ کو ستایا ہے۔

نسیمہ۔ اب تو یہ تحقیق ہو گیا کہ تمہارا اصلی نام امجد نہیں ہے۔

امجد۔ خدا کی پناہ! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ خالہ جان! میرا نام تو رکھا گیا ہو گا۔ جس وقت میں گھر سے غائب ہوا ہوں میری نام رکھائی تو ہو چکی ہو گی

بیگم۔ بیٹا! تمہارا عقیقہ بڑی دھوم دھام سے ہوا تھا اور بھلا سا نام رکھا گیا تھا تمہارا۔

امجد۔ پھر تو بتایئے کیا نام رکھا گیا تھا؟

بیگم۔ مجھے اب یاد نہیں آ رہا ہے۔ چونکہ تم پہلے بیٹے تھے اس لئے تمہارا نام تمہارے دادا کے نام پر رکھا گیا تھا۔

امجد۔ دادا جان ہی کا نام بتائیے۔

بیگم۔ اب وہ بھی یاد نہیں آ رہا ہے۔

امجد۔ منتین! تمہیں دادا جان کا نام یاد ہے۔

منتین۔ میرے پیدا ہونے سے پہلے دادا جان انتقال کر چکے تھے۔ میرے پیدا ہونے کے دو سال بعد ابّا جان بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مجھے دادا جان کا نام معلوم نہیں ہے۔

امجد۔ خالہ جان! کچھ اتا پتہ تو دیجئے۔

بیگم۔ امجد میاں! تمہارے دادا فوج میں نوکر تھے۔ ہمیشہ باہر ہی رہے ہم لوگوں نے انہیں بہت کم دیکھا ہے۔ ہمارا سابقہ تمہارے ابّا ہی سے رہا۔

امجد۔ ابّا جان کا نام بتاؤ۔

منتین۔ عقیل الرحمٰن۔

امجد۔ ٹھہرو، آج سے چالیس سال پہلے کی فوجی فہرستیں دیکھیں گے۔

(دوڑتا ہوا جاکر ملٹری لسٹ کی جلدیں لانا اور
انہیں کھول کر دیکھنا ہے)

رحمٰن ۔ ۔ ۔ ۔ لفٹننٹ ۔ ۔ ۔ کیپٹن ۔ ۔ ۔ میجر ۔ ۔ ۔ ۔ لفٹنٹ کرنل
جمیل الرحمان صدیقی!

(آہستہ سے کتاب رکھ کر)

کیوں میں نہ کہتا تھا کہ میرا نام جمیل ہے۔ دیکھو، دادا جان کا نام
جمیل الرحمان ہے۔

بیگم۔ ہاں ہاں! اب یاد آیا۔ تمہارے دادا کو کرنل رحمان ہی پکارتے
تھے مگر پورا نام کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ جمیل الرحمان ہی ہوگا۔

امجد۔ متین! دیکھا تم نے میرا نام جمیل ہے۔

نسیمہ۔ مجھے یقین تھا تمہارا نام جمیل ہی ہوگا۔

امجد۔ میرے لئے یہ فخر کی بات ہے کہ میں نے عمر بھر کوئی جھوٹی بات
نہیں کہی ہے۔

پروین۔ خالہ جان! اب جب کہ چچا جان مل گئے ہیں، آپ آنٹوں جی کو معاف
کر دیجیے۔

بیگم۔ اچھا بیٹی! تیری خاطر معاف کرتی ہوں۔

امجد۔ خالہ جان! عمر بھر میں آج پہلی دفعہ مجھے مسرّت نصیب ہوئی ہے آپ نے کہا تھا کہ اپنے قرابت داروں کو پیدا کروں۔ لیجئے خود آپ ہی پیدا ہو گئیں۔

بیگم۔ ہاں بیٹا! اللہ کا فضل ہو گیا۔

پردہ

سرورق رہن پریس ، لاھور میں چھپا